ہم اور ہمارا ورثہ

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ

ہم اور ہمارا ورثہ

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ

یاد پبلی کیشنز
پوسٹ بکس ۱۳۹۴ پشاور جی پی او

نام کتاب ______ ہم اور ہمارا ورثہ

مصنف ______ آرچ ڈیکن عنایت رومال شاہ

بار اول ______ یوم مقدس توما ۳ جولائی ۹۸

تعداد ______ ایک ہزار

قیمت ______ ۲۵ روپے

کمپوزر ______ ودود سمیع

کمپوزنگ سنٹر ______ ایڈوانسڈ کمپیوٹر سنٹر

مطبوعہ ______

ملنے کا پتہ

(۱) دارالکلام لائبریری۔ سینٹ جانز کیتھڈرل پشاور صدر
(۲) ڈایوسیس آفس لائبریری۔ ۱ سر سید روڈ پشاور صدر
(۳) مسیحی کتب خانہ۔ رسالپور ہیلتھ سنٹر۔ رسالپور ضلع نوشہرہ
(۴) مسیحی کتب خانہ سرحدی چرچ۔ مردان چھاونی
(۵) یاد پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۹۴ جی پی او پشاور صدر
(۶) ڈایوسیس بک شاپ (پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی) لاہور
(۷) مسیحی کتب خانہ باخ کرسچین ہسپتال قلندر آباد
(۸) مکتبہ عناویم پاکستان پوسٹ بکس نمبر ۱۳۹۴ جی پی او پشاور صدر
(۹) کرسچن سٹیڈی سنٹر مری روڈ راولپنڈی کینٹ
(۱۰) مسیحی کتب خانہ۔ وارث پورہ۔ فیصل آباد

انتساب

اِس کتاب کو میں اُس مرد و زن کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جو ماضی، حال اور مستقبل میں رہتا ہے۔

ماضی میں ہماری جڑیں ہیں۔ جو اُس کو بھولتا ہے۔ وہ اپنی جڑوں کو گلا سڑا لیتا ہے۔

مستقبل میں سرفرازی اور اقبال مندی کا بھید ہے۔ اگر اُس کو دھیان میں نہیں رکھیں گے۔ تو کم نظری، ڈھیلے ہاتھوں اور سست گھٹنوں کے امراض میں مبتلا ہو کر اپاہج ہی قبر میں اتر جائیں گے۔

میری دعا ہے کہ آپ اس سے بچیں اور ایسی جلال والی کلیسیاء بنیں۔ جِس کے بدن میں داغ یا جھری نہ ہو۔ بلکہ پاک اور بے عیب ہو۔ آمین

دعا گو

آرچ ڈیکن عنایت رومال شاہ

مضامین کی فہرست

حرف آغاز

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ کی کتاب "ہم اور ہمارا ورثہ" کا حرف آغاز لکھتے ہوئے مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔کہ خُداوند نے مجھے موقع عطا فرمایا کہ میں اپنے اُستاد محترم کی کتاب کے بارے میں چند سطور رقم کر سکوں۔

جب خدا نے مجھے خدمت میں آنے کا موقع عطا فرمایا۔ تو کچھ عرصہ مجھے آرچ ڈیکن صاحب کی صُحبت میں رہنے کا موقع نصیب ہُوا۔میں نے ان کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا۔

اُن کے ہم عصروں میں آرچ ڈیکن ملی ایم اگسٹن۔ بشپ عنایت مسیح۔بشپ خیر الدّین قابل ذکر ہیں۔آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ صاحب بہت اچھے ادیب۔مقرر اور مبلغ تھے۔ان کے مضامین اکثر مسیحی جرائد کا حصہ بنتے رہے ہیں۔ان کے دل پر ہمارے ملک کی کوئی مستند تاریخ نہ ہونے کا بہت بڑا بوجھ تھا۔شاید یہی وجہ ہے کہ اُنہیں بر صغیر ہندوپاک کے مسیحی مُورخ آرچ ڈیکن برکت اللہ سے بہت ہی عقیدت اور محبت تھی۔جس کی جھلک ہمیں "ہم اور ہمارا ورثہ" میں دکھائی دیتی ہے۔

"ہم اور ہمارا ورثہ" سے پہلے آرچ ڈیکن صاحب کی کُتب حقیقتِ حیات اور حقیقت تثلیث چھپ چُکی ہیں۔جو کافی مقبول ہُوئی ہیں۔

کتاب "ہم اور ہمارا ورثہ" حقیقت میں کلیسیا کے لئے بہت بڑا ورثہ ہے۔ جس
میں اُنہوں نے چھپے ہُوئے مسیحی راہنماؤں اور اُن کے کرداروں اور ان کی خدمت کا ذِکر
کر کے کلیسیا کے لئے بہت بڑا سرمایہ مُہیا کر دیا ہے۔ اب آپ اپنے مُحسنوں کے بارے
میں بھی جان سکیں گے۔

"اُنہوں نے کتاب "ہم اور ہمارا ورثہ" کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔
پہلے حصّہ میں اُنہوں نے تحریر کیا ہے۔ کہ حضرت کلمتہُ اللہ یُسوع المسیح کے صعود کے بعد
اُس کے خُونِ اقدس سے کلیسیا کیسے قائیم ہُوئی۔ رسولوں اور شاگردوں نے یسوع مسیح کے
آخری ارشاد کے مطابق خدمت کا آغاز کیسے کیا اور کہاں کہاں خدمت کے لئے گئے۔ آخر
شاگردوں، رسولوں، رسولی بزرگوں اور آبائے کلیسیا نے خوشخبری کی توسیع کے لئے
کیسے جانیں قُربان کیں۔ اس زمانے کو اُنہوں نے رسولی زمانہ کے نام سے پُکارا ہے۔

پھر مسیحیّت کے آغاز کے بعد اُنہوں نے بتایا ہے کہ رسولوں، رسولی بزرگوں،
مصدقین اور آبائے کلیسیا کے وسیلہ سے مسیحیّت دُنیا کی انتہا تک کیسے پُہنچی۔

دُوسرے حصّہ میں ہندوپاک کی تاریخ درج ہے۔ جس میں مُقدّس توما کی ہندو
پاک میں خدمت سے شرُوع کر کے موجُودہ دَور تک کا حال درج کیا ہے۔ جس میں رسُولی
پیامبر ہند و پاک میں مسیحیّت - صلیب کے علم بردار۔ مشنری کانفرنس۔ لاہور
ڈایوسیس۔ پاکستان میں مسیحیّت - عورتوں کا تبلیغ میں حِصّہ - اور یاد رکھنے کی باتیں درج
ہیں۔

اُنہوں نے توما رسول کے ہندوستان بالخصُوص ٹیکسلا میں آنے کا مُفصّل ذِکر کیا
ہے۔ پھر اُن کے سفر کے بارے میں نقشہ بھی لگایا ہے۔ اُنہوں نے اِسی پر اکتفا نہیں کیا۔
بلکہ ٹیکسلا کے قدیم کھنڈرات کا بھی نقشہ درج کیا ہے جس سے کتاب کی افادیّت بہت ہی

بڑھ گئی ہے۔

میری دُعا ہے کہ "ہم اور ہمارا ورثہ" خدا کا جلال ظاہر کرنے وسیلہ بنے۔ آمین

کرسمس ۱۹۹۸ء

سموئیل رابرٹ عزرایاہ
ماڈریٹر بشپ چرچ آف پاکستان
بشپ آف رائیونڈ۔ لاہور

پیش لفظ

جناب آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ کی کتاب "ہم اور ہمارا ورثہ" کا پیش لفظ تحریر کرتے ہُوئے مجھے ایک مانُوس سی رُوحانی تسکین اور خُوشی ہو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ تاریخ بعض لوگوں کے لئے بیزار کُن اور خُشک ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھیں ماضی کسی قوم کا سرمایہ ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہند و پاک میں کوئی ایسا مؤرخ پیدا نہیں ہُوا۔ جس کی تصنیفات سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنی مسلسل تاریخ قلم بند کر سکتے۔ اس لئے میری خواہش رہی ہے کہ کوئی یسوع المسیح کا عقیدت مند مسیحی تاریخ کے مضمون کو اپنی زندگی کا مقصد تصوّر کرتے ہُوئے اس کام کا بیڑا اٹھائے۔

میری خُوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب تقدّس مآب بشپ منوّر رومال شاہ صاحب نے مجُھ سے آرچ ڈیکن صاحب کی کتاب کا پیش لفظ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ آرچ ڈیکن صاحب سے میرا غائبانہ تعارف بہُت عرصہ سے تھا۔ جب اُن کی نگارشات قرطاس کے ذریعہ منظر عام پر آیا کرتی تھیں۔ مضامین تاریخی ہونے کی وجہ سے میں اُنہیں شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ چونکہ وُہ برطانیہ میں مقیم تھے۔ لہذا اُن سے مُلاقات نہ ہو سکتی تھی۔ پھر ایک بار مجھُے پادری صاحب کا خط برطانیہ سے ملا۔ جس میں اُنہوں نے میرے ایک مضمون کی مزید توسیع کی تھی۔ پِھر اُن ہی دنوں میں آرچ ڈیکن صاحب تین ماہ تک پشاور میں قیام پذیر رہے۔ مَیں نے اُن کی صُحبت سے بہُت فیض حاصل کیا۔

آرچ ڈیکن صاحب علمِ الٰہی کے بہُت ماہر اور دانشور تھے۔ ان کی دو کُتب پہلے

بھی شُہرتِ دوام حاصل کر چُکی ہیں۔ بے شک وُہ اپنی کتاب کی اشاعت سے پہلے ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ مگر ان کی یہ کتاب ہمارے لئے واقعی بہُت بڑا ورثہ ہے۔

اُنہوں نے "ہم اور ہمارا ورثہ" کو دو بڑے حِصّوں یروشلم سے آغاز اور ہندوپاک میں مسیحیّت میں تقسیم کیا ہے۔ حِصّہ اوّل میں رسولی زمانہ۔ مسیحیّت ابتداء میں۔ دُنیا کی انتہا تک۔ آبائے کلیسیاء۔ اور پولی کارپ سے آلبن تک اور دُوسرے حِصّہ میں رسولی پیامبر ہندوپاک میں۔ صلیب کے علم بردار۔ مِشنری کانفرنس۔ لاہور ڈایوسیس۔ پاکستان میں مسیحیّت۔ عورتوں کا تبلیغ میں حصّہ اور یاد رکھنے کی باتیں درج ہیں۔

پہلے حصّہ کو ہم ابتدائی کلیسیاء کی تاریخ اور دُوسرے حصّہ کو تاریخ کلیسیاء ہندوپاک کہہ سکتے ہیں۔ اُنہوں نے طویل انتھک محنت سے تاریخ کے اُن پہلوؤں کو کھنگال کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ جو ہماری آنکھوں سے اوجھل تھے۔

قارئین یہ ضرُور خیال رکھیں کہ لفظ ہندوستان سے مُراد وُہ خِطّہ ہے۔ جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بعد از مسیح میں تقسیم سے پیشتر ہندوستان کہلاتا تھا۔ تاہم آرچ ڈیکن صاحب نے کئی مقامات پر قدیم ہندوستان کے لئے لفظ ہندوپاک استعمال کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے۔ آرچ ڈیکن صاحب سن عیسوی کی بجائے بعد از مسیح لکھنا پسند کرتے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے اسے بہُت ہی استعمال کیا ہے۔

ابتدائی بزرگوں کے نام عبرانی۔ یُونانی اور سُریانی زبانوں میں تھے۔ جو ہم تک انگریزی زبان کے ذریعہ پہُنچے ہیں۔ اُنہوں نے اردو زبان میں وہی تلفظ اور ہجے استعمال کئے ہیں۔ جو اکثر ہمارے پیش رَو استعمال کرتے رہے ہیں۔ تاہم برطانیہ میں عرصہ تک مقیم رہنے کی وجہ سے کئی مقامات پر اُنہوں نے انگریزی لفظ بھی لکھے ہیں۔

اُمید ہے کہ کتاب "ہم اور ہمارا ورثہ" کلیسیاء کی تاریخ جاننے میں پُوری پُوری

مدد کرے گی۔

سرِورق پر جو تصویر مُنتخب کی گئی ہے۔ وہ مَدراس سے نو میل دُور مُقدس پہاڑی پر نصب صلیب کی ہے۔ جو آٹھویں صدی مسیحی کی ہے۔ اس پہاڑی پر مُقدّس توما ۷۲ م میں شہید کئے گئے تھے۔ اس کے قریب ہی وُہ پتھر ہے۔ جہاں سے سولھویں صدی تک ہر ۲۲ دسمبر کو خُون رِستا تھا۔

یُوسف مسیح یادؔ
سیکرٹری سینٹ جانز کیتھڈرل
۱۔ سر سید روڈ پشاور صدر

یکم نومبر ۱۹۹۸
آل سینٹس ڈے

عقیدت کے آنسو

بیادگار پادری عنایت رُومال شاد (مرحوم)

۱۹۱۴ء ——— ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء

سابق آرچ ڈیکن ۔ کراچی

علامہ گریفن جونز شرر

رُخصت پہ تیری آج فضا سوگوار ہے
شہرِ وفا میں حرفِ دُعا سوگوار ہے

دُختر، پسر، و اہلیہ، ہر آشنا و دوست
فُرقت نصیبِ دِل کی ضیا سوگوار ہے

دستِ قضا کے سامنے سر سب کا خم ہوا
ہر زِندگی کی عُمرِ وفا سوگوار ہے

ہنستے ہُوئے چمن کو نظر کس کی لگ گئی
ہر پھُول اشکبار، ہَوا سوگوار ہے

ہم کیوں نہ ہوں اُداس، کلیسا بھی ہے اُداس
کہتا ہے سارا خلقِ خُدا سوگوار ہے

منو[1] اُداس و مُضطرب و خستہ کیوں نہ ہو
حِفظ و اماں کی آج فضا سوگوار ہے

زریں[2] و شیبا[3]، ڈین[4] اور نوری[5]، بشیر[6] بھی
سب غمزدہ ہیں، عہدِ وفا سوگوار ہے

یہ زندگی شرر ہے امانت مسیح کی
منزل کی جُستجو کی صدا سوگوار ہے

قطعہ

پادری رُومال شاہ (مرحوم) کی نذر

آپکے دم سے تھا گُلشنِ مِہر و اُلفت سے سجا
مِہر و اُلفت کی رِوایت اَب خیالِ خام ہے

اَب بہار زِندگی پر ہے خزاں چھائی ہُوئی
ہر نظر وِیراں ہے، تشنۂ زِندگی کا جام ہے

[1] منو رُومال شاہ بشپ آف پشاور، آپ کا بیٹا [2] ایڈون زریں [3] کے ستارۂ پاکستان جیسی شیبا [4] عمانوایل ڈین [5] مسز نُور جہاں [6] مسز بشیر زریں

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ مرحوم

۲۲جون ۱۹۱۴ء ------ ۱۱جنوری ۱۹۹۷ء

جب برطانوی حکومت نے برصغیر پر مُکمل قبضہ جمالیا- تو اُس نے ملک میں سڑکوں اور نہروں کا جال بچھانا شروع کر دیا- لوگوں نے اِدھر اُدھر نقل و مکانی شروع کر دی۔ اُن ہی دنوں میں صدی کے دہانہ پر آپ کے آباؤ اجداد مشرقی پنجاب سے نقل مکانی کر کے مغربی پنجاب میں آباد ہو گئے- ۱۹۰۱ء میں اُن کی بہن اور ۲۲ جون ۱۹۱۴ء میں عنائت رومال شاہ صاحب پیدا ہُوئے- دونوں بہن بھائیوں اور اُن کے والدین چاروں کا بپتسمہ ایک ہی روز ہُوا- اُن کے پانچ بھائی اور پانچ بہنیں تھیں۔ مگر خاندان میں آپ سب سے بڑے تھے-

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ صاحب نے گورنمنٹ ہائی سکول اور پھر ایور ہوسٹل سے میٹرک پاس کیا- یاد رہے ایور ہاسٹل ایسا سکول ہے جہاں سے انگلی کن چرچ کے بہُت سے سرکردہ راہنما پیدا ہوئے-

میٹرک کرنے کے کچھ عرصہ بعد آپکی شادی منٹگمری والہ چک نمبر ۲۴۴ ج ب- میں ہو گئی اور اُن ہی دنوں آپ نے اپنی خدمت کا آغاز مناد کی حیثیت سے کیا- آپ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء تک امرتسر میں بحیثیت مناد خدمت کرتے رہے- آپ کی بہتر

خدمت اور ذی فہم مبشر ثابت ہونے کی بُنیاد پر مشن نے آپ کو ۱۹۳۴ء میں کلارک آباد بائیبل سکول میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس بائبل سکول کے پرنسپل جناب قاضی خیر اللہ تھے جنہوں نے سچائی جاننے کے بعد مسیحیّت قبول فرمائی تھی۔ اُنہوں نے بہت سے مسیحی گیت لکھے ہیں۔ جو آج بھی کلیسیا میں گائے جاتے ہیں۔ اُن کے صاحبزادے بہت بڑی شخصیت کے ناطہ سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ دیگر آرچ ڈیکن بی اگسٹن صاحب۔ آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ صاحب کے ہم عصر تھے۔ کلارک آباد تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ پاسبان کی ٹریننگ کے لئے کنھولی گئے۔ کیونکہ اُن دنوں انگلی کن چرچ کی سیمنری یہاں تھی۔

جب لاہور کیتھڈرل چرچ کی ۱۹۳۷ء میں پچاس سالہ جوبلی منائی جارہی تھی۔ اُن ہی دنوں آپ کا ڈیکن کا آرڈینیشن بدست بشپ جارج بارنز ہُوا۔ اس کے ایک سال بعد ۱۹۳۸ء میں پاسبان کا آرڈی نیشن بھی کر دیا گیا۔ اُس کے بعد آپ امرتسر، ترن تارن۔ نارووال میں پاسبانی خدمت کرتے اور عوام کو انجیل سُنا کر رُوحانی اور قلبی خوشی حاصل کرتے رہے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ۔

انجیل کا پھیلانا یہ کام ہمارا ہے
منجی کا زمانے میں بس نام پیارا ہے
(منوّر)

جب دُوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں شروع ہُوئی۔ تو آپ ۱۹۴۳ء میں فوج کے چیلپن کی حیثیت سے پنجاب رجمنٹ کے برما محاذ پر تین سال تک خدمت کرتے رہے۔ جنگ کے اختتام پر ۱۹۴۶ء میں فوج سے فراغت پا کر فیصل آباد اور عیسیٰ نگری (بیٹ مین آباد) میں خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۵ء تک لاہور کیتھڈرل کے

سٹاف کی حیثیّت سے خدمت کرتے رہے اور ساتھ ہی سینٹ میری مگدلینی چرچ لاہور چھاؤنی کے انچارج بھی رہے۔

اس کے بعد آپ کو ملٹری چیلپن کے حیثیّت سے کوئٹہ بھیجا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد کراچی ڈایوسیس بننے کی وجہ سے آپ کو آرچ ڈیکن بنا دیا گیا۔ اِس طرح آپ لاہور ڈایوسس کے ماتحت ہو گئے اور کافی عرصہ خُداوند کی خدمت کرتے اور کلیسیا کو استوار کرتے رہے۔ آپ ایک اعلیٰ مبلغ۔ مبشر اور خادم بھی تھے۔ مسیحیّت کے علاوہ اسلامی روایات اور اسلامی تعلیم پر مکمل دَسترس رکھتے تھے۔ وُہ اعلیٰ قلمکار بھی تھے۔ اور اُنہیں انگریزی اور فارسی زبان پر خاص عبور حاصل تھا۔

۱۹۷۱ء میں مزید خدمت سرانجام دینے کے لئے اپنے خاندان سمیت انگلستان تشریف لے گئے اور آکسفورڈ ڈایوسیس میں ہائی ویکمب، ہیزل میر اور وبرن گرین بکنگھم شائر میں مقامی انگلش کلیسیا میں کام کرتے رہے۔ اس وقت اِنگلستان میں پہلی پاکستانی انگلش کلیسیا کے پاسبان آپ ہی تھے۔ آپ یہاں اپنی کلیسیا میں بھی مقبُول اور بہُت اچھے واعظ سمجھے جاتے تھے۔

۱۹۷۹ء میں ۶۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہونے کے بعد آپ بورن انڈ بکنگھم شائر میں مُستقِل طور پر مُقیم ہو گئے۔ جہاں وُہ سینٹ مارکس پیرش سے مِل کر خدمت کرتے رہے اور مُلک کے مُختلف حِصّوں میں دَرس و تدریس دیتے رہے۔

برطانیہ میں قابلِ احترام خدمات

آرچ ڈیکن عنایت رومال شاہ ۱۹۹۴ء میں برطانیہ میں اپنی مقامی انگلش کلیسیا میں پاسبانی کے دوران اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ہندوپاک کے مسیحیوں میں بدستور خدمت

کرتے رہے۔ برطانیہ میں اگرچہ اور بھی ایشین پاسبان ہیں۔ مگر آپ کی مقبولیت۔ انداز خدمت اور عوام میں ہردلعزیزی قابلِ اعتراف ہے۔ اس دوران آپ بسا اوقات آکسفورڈ ساؤتھ آل اسلنگٹن چرچ لندن برمنگھم کاونٹری اور لیوٹن کی ایشین مسیحیوں کی کونینشنوں پر مقررِ اعلیٰ کے طور پر بلوائے جاتے۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے۔

اُلفت کا تیری تذکرہ چھیڑیں گے رات دن
اہلِ وطن کو تیرا فسانہ سُنائیں گے
اِس دورِ انحطاط میں سچ کہہ رہا ہوں مَیں
تجھ سا نہ کوئی پاسکے تجھ سا نہ پائیں گے

آرچ ڈیکن رومال شاہ کی ادبی خدمات

آپ ایک مذہبی رہنما مُفکر اور مُفسر ہونے کے علاوہ اعلیٰ پایہ کے ادیب بھی تھے۔ مذہبی موضُوعات پر اِصلاحی اور تنقیدی دونوں پہلوؤں پر دسترس رکھتے تھے۔ برطانیہ میں ماہنامہ تجلّی اور سہ ماہی کلیسیا انٹرنیشنل اُردو رِسالوں میں شائع ہوتے رہے

مدح مولاہی میں ساری زندگی جس کے کٹی
آج وہ دِیوانہ جانِ جہاں ڈھونڈیں کہاں

آرچ ڈیکن عنائت رومال شاہ مرحوم دو کُتب حقیقت حیات اور حقیقت تثلیث کے مُصنف ہیں۔

۱۹۹۴ میں جب آپ کے صاحبزادے منور رومال شاہ پشاور ڈایوسس کے بشپ بنے تو آپ تقدیس کی عبادت میں شریک ہوئے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک مُحتاج۔ حاجت مندوں۔ اہل کلیسیا کی

رُوحانی اور جسمانی ضرورت پُوری کرتے رہے کیونکہ ۱۹۹۴ تا ۱۹۹۶ تک ملتان کے نزدیکی مسیحی دیہاتوں کو ٹیوب ویل خرید کر اُن کی زمینوں میں لگواتے رہے۔ تاکہ وہ اپنے خاندانوں کی پرورش کر سکیں۔ اِس کے علاوہ اُنہوں نے تھل میں اپنے گاؤں میں پندرہ ٹیوب ویل لگوائے۔ یہی آپ کی عظمت کا زندہ ثبوت ہے۔

آپ ۱۹۹۷ء کے آغاز میں ہی میں اِنگلستان میں اپنے گھر میں کچھ دن بیمار رہے اور بالآخر ۱۱ جنوری ۱۹۹۷ء کو خُداوند میں سو گئے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۹۷ء کو اُن کی نماز جنازہ سینٹ مارکس چرچ میں بشپ سائمن نے ادا کی جِس میں آپ کے بیٹے تقدّس مآب مُنوّر رومال شاہ بشپ آف پشاور اور مرحوم کے تمام خاندان نے شرکت کی۔

اُٹھ گیا دُنیا سے یُوں مِہر و مروّت کا نشاں
دفن جیسے یک بیک صدیوں کی صدیاں ہوگئیں
کِتنا گہرا زخم بخشا ہے عنایت نے شررؔ
خُون کی بُوندیں میری پلکوں پہ لرزاں ہوگئیں
(شررؔ)
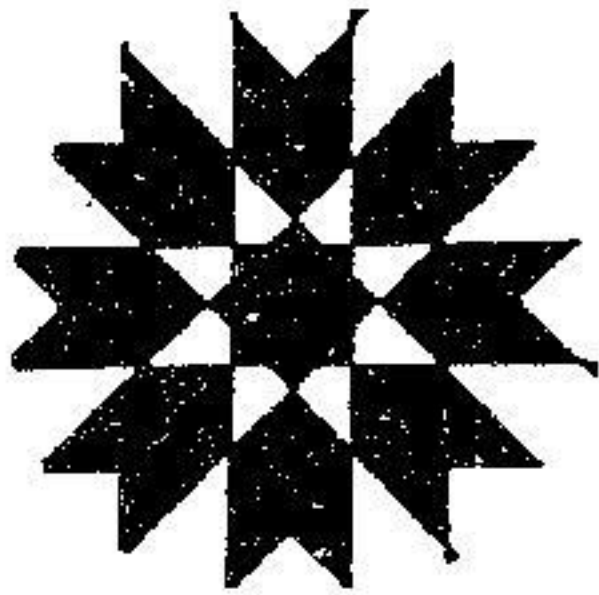
حصہ اول

یروشلم سے آغاز

(۱) رسولی زمانہ

(۲) مسیحیت ابتدا میں

(۳) دنیا کی انتہا تک

(۴) آبائے کلیسیا

(۵) پولی کارپ سے آلبن تک

رسولی زمانہ

شاگردوں کو تعلیم دیتے وقت خداوند مسیح نے فرمایا۔

(1) تمہارے لئے مددگار آئے گا۔ جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی "روح حق" جو باپ سے صادر ہوتا ہے۔

تو وہ میری گواہی دے گا۔ اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کریگا۔ اس لئے وہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دیگا۔ جو کچھ باپ کا ہے۔ وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا۔ کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے۔ اور تمہیں خبریں دے گا۔

(2) موت اور دکھ سہنے کے بعد اس نے بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو شاگردوں پر زندہ ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا۔ اور ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ۔ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو۔ جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو۔ کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا تھا۔ مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔ جس سے تم قوت حاصل کرو گے اور یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ (اعمال ۱: ۷-۸) ہو گے۔

(3) خداوند مسیح کے صعود فرمانے کے دس دن بعد جب عید پنتیکوست کا دن آیا اَور شاگردوں کی جماعت جو ایک سو بیس مرد و زن پر مشتمل تھی۔ یروشلم کے ایک بالا خانہ پر عبادت اور دُعا میں مشغول تھی کہ یکایک صبح نو بجے کے قریب آسمان سے ایسی آواز آئی۔ جیسے زور کی آندھی کا سناٹا۔ سارا گھر گونج گیا۔ اور آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہُوئی زبانیں دکھائی دیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔ اور سب روح القدس سے بھر گئے۔ اس عجیب آواز کو سن کر اور حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ جو پارتھی اور عیلامی اور مادی اور مسوپتامیہ اور یہودیہ اور کپدکیہ اور پنطس اور آسیہ اور فروگیہ اور پمفولیہ اور مصر اور لبوآ۔ رومی مسافر اور کریتے اور عرب تھے۔ جو اس تہوار کے موقع پر (اعمال ۲: ۱۔ ۱۳) یروشلم میں آئے ہُوئے تھے۔

روح حق یعنی مددگار نے خُداوند مسیح کے شاگردوں کو

1) بولنے اور خُداوند مسیح کے بارے میں گواہی دینے والی زبان دی۔
2) گواہی کو صاف اور مضبوط بنانے کے لئے معجزہ کی طاقت دی۔
3) حاکموں' عدالتوں اور بادشاہوں کے سامنے جواب دہی کے لئے دانائی دی۔
4) آسمانی رویا کی فرمانبرداری کے لئے طاقت دی۔

اِس جماعت نے عجیب روحانی' جلالی' اور سہانی صبح کو ایک لمحہ ضائع کئے بغیر آواز بلند کر کے لوگوں سے کہا۔ اے یہُودیہ اور یروشلم کے رہنے والو۔ یہ جان لو اور کان لگا کر سُنو۔ کہ خُدا نے اسی یسوع کو جسے تم نے مصلوب کیا خُداوند بھی کیا اَور مسیح بھی۔

جس دن کا یہ ذکر ہے۔ اس دن خداوند مسیح کے اس چھوٹے گلے کے چاروں طرف ایک زبردست طاقتور حکومت تھی۔ جس کا صدر مقام روم تھا۔ اس کی علمبرداری براعظم یورپ۔ افریقہ اور ایشیا کے وسیع علاقوں پر تھی۔ اسکی انتظامیہ' عدلیہ اور فوجی

تنظیم' صاف ستھری اور پختگی میں اپنی مثال آپ تھی۔ فوجی آفیسر فخر سے کہا کرتے تھے پُوری دنیا روم ہے اور روم دنیا ہے۔ رُسل و رسائل کا عالی شان اور محفوظ نظام تھا۔ سلطنت کے طول و عرض میں رومی بستیاں ہر مذہب اور نظریہ کی آبادیاں موجود تھیں۔ بہت سی تجارتی منڈیاں تھیں جو شاہراہوں کے ذریعہ ملائی گئی تھیں۔ آمدورفت کا سلسلہ محفوظ اور منظم تھا۔

رومی حکومت کی ان خوبیوں نے مسیح کے نام لیواؤں کی بے مثال مدد کی۔ اور وُہ نجات کی خوشخبری کو بے دھڑک پھیلاتے چلے گئے۔

پنتیکوست کے اس مُبارک دن کے بعد دوازدہ رُسل نے اپنے فرائض کو روح حق کی دانائی اور رہنمائی میں اپنایا اور نبھایا۔ اُنہوں نے یروشلم کو اپنا ہیڈ کوارٹر منتخب کر لیا۔ سب سے پہلے یہوداہ اسکریوتی کے باعث جو خلاء پیدا ہو گیا تھا۔ وُہ مقدس متیاہ کے چناؤ سے پورا کیا۔ طریق زندگی اور طریقہ کار میں سب سے مقدم درجہ بشارت کے کام کو دیا دوسرا جو ایمان لاتے تھے۔ وُہ رسولوں سے تعلیم پاتے۔ ان کی رفاقت میں زیادہ وقت گزارتے۔ روٹی توڑنے اور دُعا میں ان کے ساتھ شریک ہوتے۔ تیسرا جماعت کی جسمانی ضرورتوں اور مانگوں کو دھیان میں رکھا جاتا۔ چونکہ ہر طبقے' نظریہ' قوم اور نسل کے لوگ ایمانداروں کی جماعت میں شامل ہو رہے تھے۔ ان کی خوبیوں اور خامیوں کو نگاہ میں رکھ کر ان کی مدد کی جاتی تھی۔ ایک کی دِل شکنی اور دوسرے کی حوصلہ افزائی جیسے نازک معاملات کو دُعا اور روح القدس کی رہنمائی میں حل کیا جاتا تھا۔

اعمال کی کتاب کے پندرھویں باب میں درج ہے۔ کہ جب سب سے پہلی کانفرنس یہُودی اور غیر یہُودی ایمانداروں کے تناؤ کو دور کرنے کے لئے ہُوئی۔ تو مُقدّس یعقوب اُن کا صدر (chairman) تھا۔ کانفرنس کی بحث کو سُن کر جو اس نے فیصلہ دیا۔

سَب نے اس کو خوشی اور شکر گزاری سے قبول کر لیا۔

خدا کا کلام پھیلتا رہا۔ یروشلم میں ہی شاگردوں کا شمار بہت بڑھتا گیا۔ فتنہ پرور اور مذہبی جنونی لوگ مبشروں پر جھوٹے الزام لگا لگا کر ان کو سردار کاہن اور مذہبی عدالتوں میں پیش کرتے رہے۔ مُقدّس ستفنس کو شہید کر کے مسیحی جماعتوں پر ستم ڈھانے شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کلیسیا کے لوگ یروشلم کو چھوڑ کر یہودیہ اور سامریہ کی اطراف میں پراگندہ ہو گئے۔ لیکن خُدا کا شکر ہو کہ جو پراگندہ ہوئے تھے۔ وُہ کلام کی خوشخبری دیتے رہے۔ ظلم ستم اور ایذا ان کے ایمان اور گواہی کے جوش کو ٹھنڈا نہ کر سکے۔ اس طرح دوُر اور نزدیک جماعتیں قائم ہُوئیں۔ ان ہی جوشیلے ایمانداروں نے جن میں کپرُسی اور کرینی بھی تھے۔ انطاکیہ میں یونانی نژاد جماعت قائم کی۔ جن پر خدا کا فضل تھا مقدس برنباس نے بھی ان کی تعریف کی اور یہاں پر ہی شاگرد سَب سے پہلے مسیحی کہلائے۔

یروشلم میں سارے کام اور حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جہاں جہاں ضرورت ہوتی۔ سکھاتے سمجھاتے اور تقویت دینے کے لئے بزرگوں کو بھیجتے رہتے۔ مغرب کی طرف روم اور اس سے پرے تک آبادی گنجان اور بشارت کے مواقع کثرت سے ملتے تھے۔ مقدّس پولوس رسول کے مشنری سفروں نے تہلکہ مچایا ہُوا تھا۔ رسولوں اور بزرگوں کی نگاہیں زیادہ تر مغرب کی طرف مرکوز رہی۔ یروشلم اور روم کے درمیانی علاقے میں اتنا بھاری کام تھا کہ زندگی میں انہیں آگے بڑھنے کی مہلت نہ ملی۔ صرف مقدس پولوس ہی ہسپانیہ تک صلیب کے جان افزا پیغام کو پہنچا سکے۔

ایک وقت میں یروشلم شہر میں گیارہ رُسول موجود تھے۔ یعنی شمعون جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کا بھائی اندریاس۔ زبدی کا بیٹا یعقوب اور اسکا بھائی یوحنا۔ فلپس اور

برتلمائی۔ توما اور متی محصول لینے والا۔ حلفئی کا بیٹا یعقوب شمعون قنانی اور یعقوب کا بھائی یہوداہ۔ ان رسُولوں نے دنیا کو مختلف خطوں میں تقسیم کیا۔ تا کہ ان میں سے ہر ایک اس خطے میں جائے اور اس قوم کی طرف روانہ ہو۔ جہاں خُداوند اس کو بھیجے۔ مقدس پطرس۔ اندریاس۔ زبدی کے بیٹے یعقوب اور یوحنا۔ فلپس حلفئی کا بیٹا یعقوب۔ شمعون قنانی اور یعقوب کے بھائی یہوداہ کو براعظم یورپ اور افریقہ میں خدمت کا موقع ملا۔ اور انہیں علاقوں میں زندگی کے کام کو پُورا کیا۔ مقدّس توما اور اس کے قرعہ کے متعلق میں بعد میں لکھوں گا۔

اَب مقدّس برتلمائی اور متی کا حال بیان کروں گا۔ یہ بہت مشکل اور شائد انجیل مقدس میں دوازدہ رسل کی زندگی کے بارے میں سوائے چند ایک مشنری دوروں کے اور کچھ درج نہیں۔ انجیل مقدّس کے لکھنے کا مقصد صرف اتنا ہی تھا۔ کہ تم ایمان لاؤ۔ کہ یسوع خداوند کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اس کے نام سے زندگی پاؤ۔ لیکن بزُرگ مولانا پادری سلطان محمد پال صاحب پروفیسر کرسچئین کالج لاہور مرحوم نے "عربستان میں مسیحیت" لکھ کر مسیحیوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ وُہ لکھتے ہیں۔ کہ جنہوں نے جزیرہ موصل، ارض بابل، سواد عراق، یمن حزہ اور دیگر اطراف اور عرب میں تبلیغ کا کام کیا۔ وُہ حضرت مسیح کے ستر شاگردوں میں سے ادی اور ماری تھے اور بارہ شاگردوں میں سے مقدس برتلمائی ان میں شریک ہُوئے۔ ان کے علاوہ مقدس متی، اور مقدس متیاہ، اور مقدس توما، تھوڑے عرصہ کے لئے بزُرگ ادی اور برتلمائی کے تبلیغی کارواں میں شامل تھے۔ بزُرگ تیمون جو سات ڈیکنوں میں سے ایک تھے نے بھی اس خدمت میں بڑا حصہ لیا اناجیل مُقدّس متی، مُقدّس مرقس مُقدّس لوقا اور اعمال ۲:۷ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل عرب تک خداوند کا نجات بخش کلام پہنچا تھا۔ اور پادری صاحب موصوف لکھتے ہیں

کہ اہل عرب خداوند کی پیروی اور اس پر ایمان لانے میں باقی اقوام عالم پر سبقت لے گئے تھے انہی ایماندار مسیحی عربوں کی کوششوں اور تبلیغ کی وجہ سے عرب میں بہت جلد مسیحیت پھلتی پھولتی اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ جب مقدس پولوس مسیحی ہوئے تو اور ملکوں میں جانے کے بجائے سیدھے عربستان کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں تین سال تک مقیم رہے۔ چنانچہ مقدس پولوس فرماتے ہیں۔ کہ جب خدا کی مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ پر ظاہر کرے۔ تاکہ میں غیر قوموں میں اسکی خوش خبری دوں۔ تو نہ میں نے گوشت اور خون سے صلاح لی۔ اور نہ یروشلم میں ان کے پاس گیا۔ جو مجھ سے پہلے رسول تھے۔ میں فوراً عرب کو چلا گیا۔ پھر تین برس کے بعد میں کیفا سے ملاقات کرنے کو یروشلم گیا (گلتیوں 18.15:1)

مقدس پولوس جیسے رسول کا عرب جانا نہ صرف اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہاں عرب کثرت کے ساتھ آباد تھے بلکہ مقدس پولوس کی تبلیغی سرگرمی اور انہماک اور شغف کو مد نظر رکھ بلاخوف یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ کے طفیل سے عرب کے گوشہ گوشہ اور قبیلہ قبیلہ میں مسیحیت پھیل گئی ہوگی۔

اس کے علاوہ راہبوں اور زاہدوں کے ذریعے مسیحیت کثرت سے پھیلی۔ ایک وقت میں عرب اور بادیہ اور شام کے علاقہ میں چودہ بشپ کام کرتے تھے۔ روم کے مسیحی قیصروں میں سب سے پہلا قیصر ایک عربی الاصل والنسل تھا۔ جس کا نام فیلیوس تھا۔ وہ ایک ایماندار مسیحی تھا۔ رومی فوج میں معمولی سپاہی بھرتی ہوا اور ترقی کرتے کرتے سپہ سالار کے عظیم عہدے تک پہنچ گیا۔ اعمال -10:2 میں لکھا ہے کہ عید پنتیکوست کے مقدس دن اور مبارک موقع پر جب خدا روح القدس نے نزول فرمایا۔ تو عرب نسل کے لوگ وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے ممکن ہے۔ خود خداوند مسیح کو نجات دہندہ مان لیا ہو۔

اور اپنے ملک میں واپس آکر بشارت دی ہو۔ اس بارے میں تھوڑا دیکھنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ خداوند مسیح کے آخری حکم "تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور ان کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام میں بپتسمہ دو" کو شاگردوں اور وفادار اور دیانت دار نام لیواؤں نے کس خوبصورتی، محنت اور جانفشانی سے نبھایا ہوگا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کے ملک اور قبیلے کے قبیلے مسیحیت کی پیار بھری آغوش میں آگئے۔

میں لکھ چکا ہوں کہ یروشلم شہر میں دوازدہ رسولوں نے خدمت گزاری کو احسن طور پر چلانے کے لئے دنیا کو خطوں میں تقسیم کیا۔ اور قرعہ اندازی سے ان لوگوں کی طرف روانہ ہو گئے جو ان کے سپرد ہوئے۔ مقدس متی، مقدس برتلمائی اور مقدس متیاہ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ انہوں نے یروشلم کے مشرقی ملکوں میں مقدس ادی اور مقدس ماری جو خداوند مسیح کے ستر شاگردوں میں سے دو تھے کے ساتھ مل کر خداوند مسیح جہان کے نجات دہندہ کی بشارت دی۔ ان کی محنت اور جانفشانی ہم سب کے لئے قابل نمونہ اور قابل تقلید ہے۔

قرعہ اندازی میں اب مقدس پطرس، مقدس اندریاس، مقدس یوحنا اور مقدس یعقوب، مقدس فلپس، مقدس شمعون قنانی، مقدس یہوداہ کے نام نکلا۔ انہوں نے یروشلم کے مغرب میں براعظم یورپ اور براعظم افریقہ میں صلیب کے روح افزا پیغام کو پہنچایا ہے۔ اس کا شروع انوکھے انداز میں ہوا۔ لکھا ہے پطرس دیگر رسولوں کے ساتھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی آواز بلند کر کے لوگوں سے کہا۔ اے یہودیو اور اے یروشلم کے سب رہنے والو "یہ جان لو اور کان لگا کر میری بات سنو" ہمیں دیکھ کر تم نہ گھبراؤ اور نہ حیرت میں آؤ۔ اگر تم ہماری طرح بننا چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ اور تم میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے۔ تو روح القدس انعام پاؤ گے۔ اس لئے

یہ وعدہ تم اور تمہاری اولاد اور ان کے سب دوُر کے لوگوں سے بھی ہے۔ جن کو خداوند ہمارا خدا اپنے پاس بلائے گا۔ رسولوں کی شخصی زندگی میں دعا ان کا پاور ہاؤس بنا۔ اس مُبارک اور عظیم خدمت کی ابتدا اس دن ہُوئی۔ جب مقدس پطرس اور مقدس یوحنا دعا کے وقت یعنی تیسرے پہر ہیکل میں گئے۔ تو دروازہ پر ایک عجیب واقعہ ہُوا۔ ایک لنگڑے فقیر نے ان سے بھیک مانگی۔ رسولوں نے غور سے اس پر نظر کی اور کہا۔ سونا' چاندی تو ہمارے پاس نہیں۔ لیکن جو ہے' وہ تجھے دے دیتے ہیں۔ یسوع مسیح ناصری کے نام سے چل پھر۔ اسی دم اس کے پاؤں اور ٹخنے مظبوط ہو گئے۔ چلتا' کودتا اور خدا کی حمد کرتا ہُوا رسولوں کے ساتھ ہیکل میں داخل ہُوا۔ عبادت گزار اور عوام جو وہاں موجود تھے۔ یہ دیکھ کر دنگ اور حیران ہُوئے۔ رسولوں نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے پرزور الفاظ میں خداوند مسیح کی بابت گواہی دی۔ اور جو کچھ عرصہ پہلے یروشلم میں واقعہ ہوا تھا۔ اس کی وضاحت کی کہ یسوع مسیح نے انبیاء کی تعلیم کے مطابق دکھ اٹھایا۔ مرا اور تیسرے دن مُردوں میں سے زندہ ہُوا۔ تم نے نہ پہچانا اور نہ سمجھا۔ اس کی بابت حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا۔ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ تم اس عہد کو بھی بھلا بیٹھے۔ جو خدا نے حضرت ابراہیم کے ذریعے تم سے باندھا تھا کہ تیری اولاد میں سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ ایسی روشن گواہی سن کر بھلا کاہن اور ہیکل کے سردار اور صدوقی اپنے آپ پر کیسے قابو پا سکتے۔ کیونکہ ابھی تو گذشتہ دنوں کے یروشلم کے واقعات کی ناکامیابی اور شرمندگی کی کالی دھول ان کے چہروں پر سے دُھلی نہ تھی۔ وہ رسولوں پر چڑھ آئے۔ انہیں حوالات میں ٹھونس دیا۔ مذہبی عدالتوں میں گھسیٹا۔ ان پر زبردستی کی کہ مسیح کا نام لے کر کوئی بات نہ کرنا اور نہ کوئی کام کرنا۔

رسولوں کا جواب اور رویہ روز روشن کی طرح عیاں تھا۔ "ہم آسمانی رویا کی فرمانبرداری میں یہ کرتے ہیں۔ دوسرا آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا۔ جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں" اور یوں رسولوں اور یہُودی مذہبی رہنماؤں اور مذہبی ٹھیکیداروں کے درمیان ایسا سلسلہ شروع ہوا اور زور پکڑتا گیا کہ آخر مقدس ستیفنس کے شہید ہونے کے دن تک پہنچ گیا۔ جب ستیفنس گواہی دینے سے نہ رہ سکا۔ اور ساؤل اور اس جیسے اور جوشیلے اور جنونی یہودی نوجوان اس کو مارنے سے نہ رک سکے تو مقدس ستیفنس مسیحی دنیا کا پہلا شہید ہُوا۔ اس کے بعد یروشلم شہر میں آگ بھڑک اٹھی۔ اور کلیسیا پر بڑا ظلم برپا ہُوا۔ رسولوں کے سوا سب لوگ یہُودیہ اور سامریہ کی اطراف میں پراگندہ ہو گئے۔ ساؤل جیسے نوجوان ہاتھ دھو کر کلیسیا کے پیچھے پڑ گئے اور اس کو تباہ و برباد کرتے رہے۔ جو پراگندہ ہو گئے تھے۔ وہ کلام کی خوشخبری دیتے پھرے۔ اس طرح انجیل کا روح افزا پیغام لوگوں تک پہنچتا گیا۔ اور مسیحی جماعتیں پیدا ہوتی اور جڑ پکڑتی گئیں رسول جو یروشلم میں رہ گئے تھے۔ وہُ ایک ایک یا دو دو اُن جگہوں پر پہنچتے۔ جہاں وُہ جا بسے۔ جہاں انہوں نے کلیسیائیں قائم کیں۔

مسیحیت ابتدا میں

مقدس رسول اور جن مبشروں کے نام کسی نہ کسی تحریر میں آچکے ہیں۔ ان کے علاوہ خُداوند مسیح کے ہزاروں پیروکار جو وفا اور جفا میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اپنی اپنی جگہ اور پہنچ کے مطابق نجات کا پیغام پہنچاتے رہے تھے۔ دُنیا کی کتابوں میں ان کے نام نہ آئے ہوں لیکن کتاب حیات میں ان کے نام درج ہونگے۔ مقدّس مرسلین اور لباء کی زندگی میں تبلیغ اور بشارت کا ایک طریقہ نہایت ہی اعلیٰ اور افضل تھا۔ اس کا اپنانا ہمارے لئے برکت کا باعث بن سکتا ہے۔ جب رسول یا مبلغ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تو جماعت میں سے دو چار معزز بھائی ان کے ساتھ چل پڑتے۔ دوسری جگہ کی کلیسیاء ان کی آمد' رفاقت اور تعلیم سے روحانی برکت پاکر مسیحی ایمان اور زندگی میں ترقی پاتے۔ چند دن کی رفاقت کے بعد یہ بھائی واپس اپنے گھر لوٹ جاتے اور اگلے پڑاؤ کے لئے وہاں سے چند بھائی شریک کار ہو کر اگلی جماعت کے لئے برکت اور عزت کا باعث بنتے۔ اسی طرح کئی سو میل علاقہ میں پاسبانی اور تبلیغ کا کام ہوتا جاتا۔ جب مَیں کچھ عرصہ کے لئے جنوبی ہندوستان میں تھا۔ تو یہ طریقہ کار میں نے مرحوم بشپ سموئیل عزرایاہ (ڈرانکل ڈایوسیس) کی ڈایوسس میں دیکھا تھا۔ ایک خادم دین جب اپنے حلقہ میں کسی گاؤں میں جانا چاہتا تو ایک دو دیندار بھائی اسکے ہمرکاب ہوتے اپنے پلے روٹی اور املی کی سوکھی پھلیاں باندھ لیتے تاکہ وہ بھائیوں پر بوجھ نہ بنیں۔ دو ایک دن بھائیوں کی رفاقت میں گزار کر واپس اپنے گھر لوٹ آتے اور وہاں سے اَور بھائی نئی جگہ کے لئے پادری صاحب

کے ساتھ چل پڑتے۔ مَیں نے یہ پُر فضل طریقہ دیکھا تھا۔ اور مَیں واپس پنجاب میں آیا تو خُداوند کی مہربانی سے گاؤں میں مجھے دو سکول کے پُرانے ساتھی مل گئے۔ مَیں نے ان کو اپنے ساتھ کثرت سے استعمال کیا اور تجربہ سے معلوم کیا کہ اُن کو اَور جن میں خدمت کرنے کے لئے پہنچتے تھے۔ دونوں کو ایمانی تقویت اور ساتھ ہی مذہبی اور دِلی خوشی ملتی رہی۔ اس کی لذت ایسی خوشی کی سی تھی جب خُداوند نے فرمایا میں اپنی خوشی تمہیں دیئے جاتا ہوں۔

اس جفاکش اور جانثار تبلیغ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ روم اور اس سے تھوڑا آگے تک اور شمالی افریقہ کے وسیع علاقہ میں بڑی بڑی مسیحی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ ان مغربی کلیساؤں میں روم کی کلیسیاء ممتاز ترین کلیسیاء تھی۔ اس میں ہر طبقہ کے لوگ حتیٰ کہ قیصر کے گھرانے کے افراد بھی شامل تھے۔ مشرقی اور مغربی ممالک کی کلیسیاؤں کی زبان یونانی تھی مسیحی یگانگت قائم اور برقرار رہی تو یہ کلیسیائیں روز افزوں ترقی کرتی گئیں۔ گو کہ قیصر روم اور دیگر ممالک کے فرمانرواؤں نے بشپوں اور مبلغوں کو روح فرسا ایذائیں دیں۔ جن کے خیال سے ہی بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ باایں ہمہ یہ کلیسائیں حیرت انگیز ترقی کرتی گئیں۔ جب رومی قیصروں کی ایذا رسانیاں پے در پے جاری تھیں۔ خاص کر روم کے شہر میں پچاس ہزار مسیحی بستے تھے۔ دوسری صدی کے آخر میں مسیحیت نے اُن ملکوں میں ترقی کی جن کی زبان لاطینی تھی۔ تیسری صدی کے آخر میں گریگوری تنویر کی تبلیغی کوششوں سے آرمینیا کی پوری قوم مسیحی ہو گئی اور ان کا بادشاہ بھی بپتسمہ لے کر کلیسیا میں شامل ہُوا۔ یہ پہلا مسیحی بادشاہ تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے آخر تک یروشلم سے شروع کر کے مغربی سمت میں یہودیہ شام اور فرگیہ وغیرہ تمام صوبوں میں یونان کے شمال کی جانب آخیہ' مقدونیہ' افسس وغیرہ شہروں اور صوبوں میں مسیحی جماعتیں نہایت تیز

رفتاری سے قائم ہو گئیں۔ سکندریہ اور سلطنت کے پایہ تخت روم میں ہزاروں مسیحی بستے تھے۔ انجیل جلیل کا جاں افزا پیغام ہسپانیہ کے ملک تک جا پہنچا تھا۔ یہ حیرت انگیز اور عظیم کام صلیب کے ان جانبازوں نے کیا۔ جن میں رسول ان کے خاص ساتھی' تاجر' مسافر' ملازم' غلام اور عوام شامل تھے۔

اس کی تصدیق ایک رومی حاکم سے اس طرح ہوئی کہ بیت عینیاہ کے حاکم پلنی صغیر(117-98ءٔ) نے روم کے قیصر ٹریجن کو لکھا کہ مسیحیت ملک کے ہر شہر اور قصبہ میں ہر طبقہ کے لوگوں میں اس قدر پھیل گئی ہے۔ کہ مندر سونے پڑے ہیں۔ اَب آپ بتایئے کہ میں کیا کروں تاکہ آپ کے حکم پر عمل کیا جائے۔ پوری سلطنت میں ایذا رسانیوں کے باوجود مسیحی سرعت کے ساتھ بڑھتے اور ترقی کرتے گئے۔ اُس زمانے کے تمام شہداء ہماری میراث ہیں۔

دُنیا کی انتہا تک

یروشلم میں خبر پہنچی کہ سامریہ کے لوگوں نے خُداوند مسیح کو قبول کرلیا ہے۔ تو ان کی رہنمائی اور تقویت کے لئے مقدس پطرس اور مقدس یوحنا ان کے پاس گئے۔ انہوں نے استحکام کی پہلی عبادت وہاں کی۔ اعمال 17:8

بشارت کے کام نے یہودی حلقوں سے اب آگے نکلنا شروع کر دیا۔ مقدس فلپس کو خُداروح القدس نے یروشلم اور غزہ کی شاہراہ پر پہنچایا اور ملکہ کندہ کے وزیر خزانہ سے اُس کی ملاقات کروائی۔ جس کے ذریعہ افریقہ کے دُور افتادہ علاقوں تک نجات کا پر فضل کلام پہنچ گیا۔ مقدس پطرس کو جب وہ یافا میں تھا۔ قیصریہ سے پیغام پہنچا کہ آ اور غیر یہودی اشخاص تک نجات کا مژدہ لے جا۔ اس دن غیر یہودی جماعت نے بھی وہی روح القدس پایا جو رسولوں نے پایا تھا۔ بشارت جب دے رہے تھے۔ تو دمشق کی راہ پر بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ساؤل نامی مخالف مسیح جب دمشق شہر کے نزدیک پہنچا۔ تو ایسا ہُوا کہ ایک نور اس کے گرداگرد چمکا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے۔ اُس نے پوچھا اے خداوند تو کون ہے' جواب آیا۔ میں یسوع ہوں۔ جسے تو ستاتا ہے۔ مگر اُٹھ! شہر میں جا اور جو تجھے کرنا ہے وُہ تجھ سے کہا جائے گا اور وقت پر کہا یہ گیا کہ تُو قوموں۔ بادشاہوں اور بنی اسرائیل پر میرا نام ظاہر کرنے کا میرا چنا ہُوا وسیلہ ہے۔

ہر مسیحی مرد و عورت، جوان، بوڑھے، رسول اور ان کی صحبت میں رہنے والوں نے بڑی لگن محنت اور جانفشانی سے نجات کے پُر فضل پیغام کو ہر زندگی تک پہنچانے کی کوشش کی۔ لیکن اَب سر فہرست ساؤل جو اب پولوس بن جاتا ہے کا نام آتا ہے۔

یروشلم اور روم کے درمیان بحیرہ سے اور درجنوں چھوٹے بڑے جزیرے ہیں۔ بادبانی جہاز رانی کا عام رواج تھا۔ بار برداری بھی انہی سے ہوتی تھی۔ سمندری طوفان اور مخالف ہواؤں کے سوائے، آمدورفت محفوظ تھی، مقدس پولوس نے ہر بات کا پُورا پُورا فائدہ اٹھایا اور ہر معلومہ جگہ تک نجات دہندہ کی خوشخبری پہنچائی۔ اس دلیر بہادر اور نڈر مبلغ کے بارے میں چند باتیں جان لینا ضروری ہے۔ کہ وُہ ترسیس کا باشندہ تھا۔ یہودی مذہب کے فریسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ترسیس رومی نو آبادی میں پیدا ہونے کے باعث رومی شہریت کا حق رکھتا تھا۔ امریکہ، انگلینڈ، برازیل وغیرہ میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو اسی ملک کی شہریت مل جاتی ہے۔ اس کی بہن یروشلم میں بیاہی ہُوئی تھی۔ ممکن ہے حصول تعلیم کے لئے اس کے ہاں رہتا ہو گا۔

تعلیم کے بارے میں وُہ فخریہ کہتا ہے۔ کہ مَیں نے گملی ایل کے قدموں میں تعلیم پائی۔ آج کی زبان میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ میں آکسفورڈ کا گریجویٹ ہوں۔ مَیں کیمبرج میں پڑھا ہوں میلڈ وگل یا ہارورڈ یونیورسٹی سے فارغ التعلیم ہو کر آیا ہوں۔ بادشاہوں اور عدالتوں نے مانا کہ پولوس تو دیوانہ ہے۔ بہت علم نے تجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ رومی افسر اور بادشاہ کی تصدیق تھی۔ تین مشنری سفروں نے اس کو ایک عظیم مبشر ثابت کر دیا۔ خطوں کے ذریعہ اُس نے روحانی علمیت اور ذہنی اور تعلیمی معیار کا لوہا منوایا بشارت دینے کے باعث دوسروں کے مقابلہ میں وُہ محنت میں زیادہ، قید میں زیادہ، کوڑے کھانے میں حد سے زیادہ، بارہا موت کے خطروں میں، یہودیوں سے پانچ بار ایک کم چالیس

کوڑے کھائے۔ تین بار بیت لگے۔ ایک بار سنگسار کیا گیا۔ تین بار جہاز ٹوٹنے کی بلا میں پڑا۔ عزت اور بے عزتی میں اور فاقوں میں بھی بشارت کے کام میں ڈھیل نہ ہونے دی۔

افسس میں دو برس رہ کر ایک مضبوط کلیسیاء قائم کی۔ وہاں کی نصیحت کے حصہ کو ہم اعمال (35-19:20) اپنی آرڈینیشن Pordination کی عبادت میں استعمال کرتے ہیں۔ یروشلم میں بزرگوں سے اس کا رابطہ ہمیشہ مضبوط رہا۔ اس کا چوتھا اور آخری لمبا سفر یروشلم سے روم تک کا ہُوا ہے۔ آخر یہ خداوند مسیح کا بہادر اور وفادار شاگرد اور رسول روم میں ہی شہید ہُوا۔ چونکہ اس کے پاس رومی شہریت تھی۔ اس کو مارنا مشکل ہو گیا کہ رومی شہری کو مارنا یا قتل کرنا کس ہتھیار سے جائز ہو۔ فہرست میں کلہاڑا کا نام نہیں۔ اس لئے کلہاڑے سے اس کا سر تن سے جدا کیا گیا۔ اور اپنے بُلانے والے مالک خداوند کی گود میں پہنچ گیا۔

آبائے کلیسیا

تبلیغ اور بشارت کے ساتھ ساتھ کلیسیاء نے علم الہیٰ کو فروغ دینے کے متعلق زبردست عالم پیدا کئے۔ جو کلیسیاء جامع کے زبردست رہنما تھے۔ مثلاً کپدوکیہ کا سکول مسیحی اساتذہ کے لئے مشہور تھا۔ قیصریہ کا بیزل اور نیزی این زس کا گریگوری' نیاساکا گریگوری اس کے روشن ستارے تھے۔ جو یگانہ روزگار تھے۔ سکندریہ کا سکول اپنے علماء اور فضلاء اور انکی تصنیفوں کے سبب رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ مثلاً پین ٹی نیئس 190م میں برہموں کے ساتھ مناظرہ کرنے ہندوستان آیا تھا۔ اس کا شاگرد سکندروی کلیمنٹ 220 تا 250م میں قدیم مسیحی علماء کا سرتاج تھا۔ اُس کے شاگرد اوریجن (185 تا 250م) نے سکندریہ کے سکول کو چار چاند لگادیئے تھے۔ اسی وجہ سے سکندریہ کا بشپ تمام دُنیا کا پوپ کہلاتا تھا۔

ایشیائے کوچک کی کلیسیائیں دوسری صدی میں علم و فضل کا مرکز تھیں۔ اغناطیوس' ملیتو' ہپولیت اس کے روشن ستارے تھے۔ ان کا تعلق مشرقی کلیسیاء سے تھا۔ اور ان کی تصانیف یونانی زبان میں تھیں۔ خُداوند مسیح کا شکر ہو۔ کہ یہ سب ہماری میراث کا حصہ ہیں۔ شیطان اس نوزائیدہ بچہ کو کب چھوڑتا تھا۔ ان دنوں مسیحی جماعتوں اور کلیسیاء میں دل شکن باتیں بھی ہُوئیں۔ بدعات بھی پھوٹ پڑیں۔ لیکن مَیں کسی اور کام سے اپنے قلم کو بدمزہ نہیں کروں گا۔

کیونکہ مَیں خوشی سے جھومتا اور گاتا ہوں۔

خُداوند ہی میری میراث اور میرے پیالہ کا حصہ ہے۔

تو میرے بخرے کا محافظ ہے۔

جریب میرے لئے دل پسند جگہوں میں پڑی

بلکہ میری میراث خوب ہے۔

پولوس رسول نے جن جن جگہوں میں صلیب کا پیغام پہنچایا۔ اور جماعتیں قائم کیں۔ وہاں وُہ اپنے خطوں کے ذریعہ ان سے تعلق قائم رکھتا اور پاسبانی فرائض کو پُورا کرتا رہا۔ کسی ایک جگہ پر مقدس پطرس' یوحنا' یہوداہ اور یعقوب رسول نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور اپنے پہچاننے اور جاننے والوں کو پند و نصیحت کی۔ مقُدس مرسلین نے جب محسوس کیا کہ وُہ کمر کے لحاظ سے بُوڑھے اور کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ تو اُنہوں نے انجیل کو تحریر کیا۔ اور جیسے لوقا رسول نے لکھا ہے (لوقا 1:1) بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے۔ کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہُوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ وُہ سب شروع سے سب کچھ دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے۔ لہذا مَیں نے بھی ترتیب وار سب باتوں کو لکھنا شروع کیا۔ اس طرح پہلی صدی عیسوی کے ختم ہونے تک بہت سی تحریریں معرض وجود میں آگئیں۔ مقدّس رسول اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد اور کلیسیاؤں کے آباء اور بزرگ اس سے فکرمند ہُوئے کہ ان تحریروں میں سے کونسی ٹھیک اور کونسی جعلی ہیں۔ اس مسئلہ کا قطعی حل ضروری تھا۔ کلیسیاء نے پُورے غور و فکر دعا اور خدا روح القدس کی رہنمائی میں 170م میں ایک فہرست تیار کی۔ مراتوری کی فہرست کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ جس میں ہمارا موجودہ نیا عہد نامہ ہے۔ جو مقدس متی سے شروع کر کے مقدس مکاشفہ کی آخری آیت تک الہامی اور انسان کی نجات کے لئے اس کا ماننا ضروری

ہے۔ایفاکرافل کتابیں علیحدہ کی گئی ہیں۔ان کا ماننااور پڑھناانسان کی اخلاقی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

عبادات:- ابتدائی صدیوں میں ہی مشرقی اور مغربی کلیسیاء نے لیٹرجی عبادت کی کتاب مکمل کرلی۔325م کی نکایاہ کانفرنس میں اتھناسیس کا عقیدہ اپنی موجودہ شکل میں پیش اور پاس ہُوا۔اس کو کامیاب بنانے میں مقدس اتھناسیس جو ڈیکن تھے نے بُہت کام کیا۔ کلیسیاء نے شکر گزاری اور یاد کے طور پر عقیدہ کو اس کا نام دے دیا۔

جماعتی عبادت کی ترتیب میں ان باتوں کا دھیان رکھا گیا۔

1-اپنے گناہوں کا اقرار اور خُدائے پاک کے حضور جھک جانے کا ظہور

2-حمدوثنا

3-مناجاتیں دُعائیں اور شکر گزاریاں

4-سفارشی دعائیں

5-کلامِ مُقدّس کا پڑھنا سننا نصیحت

مقدس مرسلین۔مقدس بُزرگوں اور مقدس شہدا کی یادگار کا مقرر کیا جانا اور ان دنوں کا تعین مسیحی یا کلیسیائی سال کی ترتیب اور مقدس تہواروں کا منایا جانا۔

کلیسیائی سال آمد کے پہلے اتوار سے شروع ہوتا ہے۔آمد کے چار اتوار ہوتے ہیں۔اس کے بعد کرسمس ڈے (بڑا دن) منایا جاتا ہے۔یکم جنوری خُداوند مسیح کے ختنے کا دن ہوتا ہے۔

6جنوری عید ظہور (ایپفنی ستارے کے ذریعہ مجوسیوں پر۔ فرشتے کے ذریعہ چرواہوں پر اور پاک بپتسمہ کے ذریعہ دُنیا پر خُداوند مسیح کا ظہور)

عید ظہور کے لئے چھ اتوار ہوتے ہیں۔ان چھ اتواروں میں (ایش ونز ڈے)

یعنی لینٹ (روزہ) کا پہلا دن اس ترتیب سے رکھا جاتا ہے کہ ایسٹر (عید قیامت المسیح) اپنی تاریخ پر منائی جائے

ایسٹر (قیامت المسیح) کے دِن کے معلوم کرنے کا طریقہ:- (22مارچ کے بعد کے full moon (پورنماشی) کے بعد کا اتوار=ایسٹر اتوار) ایسٹر کا دن معلوم کر لینے بعد لینٹ کا پہلا دن معلوم کر لینا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔روزوں کا پہلا دِن بدھ سے ایسٹر تک کے درمیانی اتوار روزہ کے دِن نہیں ہوتے۔

ایسٹر کے پانچویں اتوار کے بعد کی جمعرات عید صعود کا دن منایا جاتا ہے۔ایسٹر کے بعد کا ساتواں اتوار خُداوند روح القدس کے نزول کا دِن۔ایسٹر کے بعد کا آٹھواں اتوار مقدس ثالوث کے منائے جانے کی عید۔عیدِ تثلیث کے اتوار کے بعد کا سلسلہ چلتے چلتے آمد کے پہلے اتوار سے پہلی شام پر ختم ہو جاتا ہے۔اس کلیسیائی کیلنڈر میں خاص خاص دنوں پر مقدسین کے دن آتے ہیں۔دوسرے تہوار آتے ہیں۔جن کے علیحدہ علیحدہ نشان ہیں۔

پہلا۔جن کا دِن نہیں بدلنا چاہیے۔تاریخ بدلے' جیسے خداوند مسیح کا صعود مُبارک جمعرات کا ہی ہوگا۔روزوں کا پہلا دن بُدھ وار ہی ہوگا۔ایسٹر کا مُبارک دن اتوار ہی ہوگا۔

دوسرا۔جن کی تاریخ نہیں بدلتی۔دن بدلتا ہو' جیسے کرسمس (بڑا دن) 25دسمبر کو ہی آئے گا۔دِن چاہے کوئی بھی ہو۔جیسے عید ظہور 6جنوری کو ہی آئے گی دِن کوئی ہو۔

حاکم شرح (بشپ) کی زیر نگرانی عبادت گزاری کی کتاب شائع کی جاتی ہے۔

خیال میں رہے کہ یہ باتیں میں کسی نصابی کورس کے لئے نہیں لکھ رہا ہوں۔بلکہ عام مسیحیوں کی روزانہ مسیحی زندگی میں زیادہ علم اور تجربہ حاصل کرنے میں یہ اشارے اور

خاکے مدد دے سکتے ہیں۔ سن عیسوی کی پہلی تین صدیاں خداوند مسیح کے عاشقوں اور نجات یافتوں پر از حد بھاری تھیں۔ چاروں طرف مخالفت نفرت اور ایذا رسانیاں تھیں۔ ایمانداروں کا خون کثرت سے بہایا جاتا تھا۔ لیکن جتنا زیادہ خون بہتا تھا۔ اتنی ہی سرعت اور تیزی سے مسیحی جماعتیں پیدا ہوتی اور ترقی کرتی گئیں۔

قیصر روم نیرو جو موسیقی کا دلدادہ تھا۔ اپنے سامنے مسیحیوں کو طرح طرح کی ایذاؤں سے آرینہ کی تماشہ گاہ میں بیدردی سے مروا رہا تھا۔ تو جو دیندار اپنی باری کا انتظار کرتے تھے۔ وہ میٹھی سروں میں اپنے نجات دہندہ کی حمد و تعریف کرتے جاتے تھے۔ جس سے عوام پر رقت طاری ہوجاتا۔ لیکن نیرو پر ایک طرح کی وحشت اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ وہ کہتا جارہا تھا وہ گارہے ہیں۔ وہ دلکش اور میٹھی سروں میں گارہے ہیں۔ وہ گارہے ہیں۔ یہ کیسے ہو رہا ہے۔ رعایا چونکہ قیصر نیرو کی حرکتوں کے باعث اس سے نالاں تھی۔ کیونکہ اس نے روم کو آگ لگوا کر دکھی اور غمزدہ کیا تھا۔ اس لئے وہ ان کو خوش کرنے کا بہانہ ڈھونڈتا تھا۔ بہانہ یہی ملا۔ کہ آگ مسیحیوں نے لگائی ہے۔ اس لئے ان کو مارو اور زندہ نہ رہنے دو۔ یہ ایذارسانی کا شروع تھا۔ اس کے جانشین ڈومیتان domitan کو شک تھا۔ کہ دوسری صدی میں مسیحیوں نے قیصر روم کی پرستش کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور مار کھائی تھی۔ یہ ضرور میرے خلاف بھی بغاوت کریں گے۔ اس لئے اس نے نیرو سے بڑھ چڑھ کر مسیحیوں کو اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ چوتھی صدی کے شروع میں رومی حکومت کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور فوج میں نفاق آچکا تھا۔ حاکم اور عوام عیاشی اور آرام طلبی کی زندگی شروع کر چکے تھے۔ ان کے سارے کام غلاموں کے ہاتھوں ہوتے تھے۔

امن کا دور:- 303م سے 312 تک اس نے جی بھر کر کلیسیاؤں کو دکھ دیا۔ 312م میں تخت سے دستبردار ہوگیا۔ بہت سے امیدوار اٹھے آخر کانسٹنٹائن constantine تخت

سنبھال بیٹھا۔ تاریخ نویس یوسیبیس لکھتا ہے کہ قیصر کانسٹنٹائن کو خواب میں "آسمان پر صلیب نظر آئی اور آواز سنائی دی کہ اس نشان میں تو فاتح رہے گا"۔ اس نے زندگی کے آخری دنوں میں بپتسمہ لیا۔ لیکن اپنے مسیحی ہونے کا اعلان نیند سے جاگتے کر دیا۔ اس کی والدہ ماجدہ ملکہ ہیلنا نے کلیسیاء کے لئے بہت بڑا کام کیا۔ ارض مقدس میں سب متبرک جگہوں پر، جیسے خداوند مسیح کی پیدائش کی جگہ، ناصرت میں مقدسہ مریم کا گھر، تصلیب کا مقام، جہاں یسوع قبر میں رکھے گئے، گرجے بنوائے، زیارت اور ریاضت کے مقامات پر گرجے بنوا کر کلیسیاء کی روحانی ترقی میں مدد کی۔ فرانسسکنز کلیسیاء ابھی تک ان مقدس مقاموں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔

1-قیصر کے مسیحی ہونے سے ایذارسانی ختم ہوئی

2-قیصر نے کلیسیاء میں سے بدعات اور کمزوریاں مٹانے کے لئے بہت سی کانفرنسیں بلائیں۔

3-اس نے سب سے پہلی کانفرنس 325م میں نقایہ کے مقام پر بلائی۔ دوسری جگہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کانفرنس میں مشرقی کلیسیاء کے زیادہ بشپ اور علماء تھے۔ لیکن مغربی بشپ آف کارڈوا cordova (سپین) نے صدارت کی تھی۔ کیونکہ بشپوں کی کل تعداد 318 میں سے یہ سینئر بشپ تھا۔

4-بڑی بڑی سات کونسلیں بلائیں گئیں (1) صحیح ایمان (2) انجیل مقدس کی تعلیم انسان کا گناہ سے نجات پانا (3) انسانیت میں (2-کرنتھیوں 9:8) پیوند کرنا کیونکہ تم ہمارے خداوند مسیح کے فضل کو جانتے ہو۔ کہ وہ اگرچہ دولت مند تھا۔ مگر تمہاری خاطر غریب بن گیا۔ تاکہ تم اس کی غریبی کے سبب سے دولت مند ہوجاؤ۔

(5) ان کونسلوں میں یوحنا 3:17-19 پر گہرا غور و فکر ہوتا رہا۔ سینٹ اتھناسیس نے

تجسم کے بھید کو اس طرح کہا کہ خدا انسان بنا تاکہ ہم خدا بن جائیں۔

ان کونسلوں میں اس وقت کے بشپ علم الٰہی کے علماء اور فلاسفر حصہ لیتے رہے۔ قیصر کانسٹنٹائن بہ نفس نفیس حاضر ہوتا رہا۔ پہلی کونسل میں عجیب طریقہ سے اس نے شرکاء کو سبق دیا۔ اپنے جبہ کے نیچے وہ ایک بڑا بنڈل خطوں اور چٹھیوں سے بھرا ہوا لایا اور کہنے لگا یہ وُہ چٹھیاں ہیں جو بشپوں نے مجھے ایک دوسرے کے خلاف لکھی ہیں۔ (حالات سے مَیں نے سمجھا ہے) میں نے ان کو کھولا نہیں اور نہ کھولوں گا اور اس بنڈل کو اسی وقت آگ میں جھونک دیا۔ بشپ جانتے تھے اور شرمسار تھے۔

(6) مسیحی مذہب سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

قیصر کانسٹنٹائن کی آسمانی رویا نے کلیسیاء میں زبردست انقلاب، اصلاح اور بیداری کی روح بھر دی۔ شہنشاہ نے 354م کے قریب تھیوفلس ہنذی کے ماتحت صائبین اور جنوبی عرب، الی سینا، لنکا اور ہندوستان کی جانب ایک مشن روانہ کیا، مالدیو سے وہ ہندوستان کے دیگر حصوں میں گیا اور ان امور کی اصلاح کی جو ان میں دُرستگی سے ادا نہیں کیے جاتے تھے۔ کیونکہ جب انجیل شریف پڑھی جاتی تھی۔ تو وہ بیٹھے رہتے تھے اور قیاس ہے کہ وہ دوسری باتیں بھی کرتے رہتے تھے جو الٰہی شرع کے خلاف تھیں۔ اس نے سب باتوں کو مقدس رسم کے مطابق درُست کیا۔ جو خُدا کے نزدیک مقبول ہے اور کلیسیائی تعلیم کو بھی بزرگ تھیوفلس نے مستحکم کیا۔

قیصر نے روم کو چھوڑ کر اپنے نام پر نیا شہر constantinople قسطنطنیہ بسالیا یہ شہر آج کل استنبول کے نام سے مشہور ہے۔

دُکھ دینے والی باتوں کے فیصلہ کے بعد انجیل مقدس کی بشارت اور تبلیغ نے مغرب کی طرف زد مارنا شروع کر دیا۔ روم کا بشپ دُنیا کا بشپ (پوپ) مانا گیا۔ پوپ

گریگری دی گریٹ 590 تا 604م نے مقدس اگسٹن کو انگلستان میں 597م میں مشنری بنا کر بھیجا۔ جس نے کنٹربری کے مقام پر راہب خانہ بنا کر کام شروع کیا۔ کنٹربری کیتھڈرل اور سینٹ اگسٹین تھیالوجی کالج جو اب بند ہے۔ مقدس اگسٹین والی جگہ پر ہے۔

پولی کارپ سے آلبن تک

کلیسیا کی ترقی میں بزرگوں نے نہایت محنت سے کام کیا۔ چند بزرگوں کا حال درج کیا جاتا ہے۔

1 - 312م سے چھٹی صدی تک زمانہ

(1) یہ کلیسیائی آباء (fathers) کا زمانہ تھا

جس میں بشپ پولیکارپ جو یوحنا رسول کے شاگرد تھے اور ایسے ہی مقدس مرسلین کے شاگرد اور دوست ہو گزرے ہیں۔

(2) سات کونسلوں کی کلیسیاء (325 تا 500م)

(3) مسیحی مسائل اور ان کا مانا جانا۔

11- چھٹی سے گیارہویں صدی

Benedictine monasticism کا زمانہ۔

اُس زمانہ میں مقدس کولمبا St Colamba جو ڈرہم کیتھڈرل میں دفن ہیں کا نام زیادہ مشہور ہے۔ اس کے ساتھی مقدس ادیاں اور St Colamba تھے بڑے بڑے Monastery راہب خانے بنائے گئے۔ مقدس راہب اپنی سادہ دعائیہ زندگی سے ہر جگہ کو پُرفضل بنائے رکھتے تھے۔ یہ راہب خانہ آہستہ آہستہ ہوسٹل، شفاخانے، یتیم خانے اور ڈاکوؤں کے دِل بدلنے والی جگہوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ ہل چلانے اور

روزی پانے کے لئے ان کے ساتھ زمینداری فارم بھی ہوتے تھے۔

جنوبی جرمنی، فرانس، سپین، نارمنڈی اور ڈرہم یارک شہر میں بڑے بڑے راہب خانے تھے۔ مقدسین اور بزرگ انجیل مقدس کی بشارت کے جان افزا پیامبر ہزاروں میلوں کی خطرناک راہوں پر چل پڑتے۔ اسکندریہ مصر، یروشلم، روم، پولینڈ، بالٹک لینڈز، نارتھ جرمنی، روس اور سکنڈے نیویا، قسطنطنیہ کو ملاتے رہتے ایک دوسرے کی روحانی ترقی اور برکت کا باعث بنتے رہے۔ سینٹ بونی فائیس (Boniface) راہب (Monk) کو انجیل کی اشاعت کے لئے انگلینڈ سے جرمنی بھیجا گیا۔

III بارھویں سے سولھویں صدی تک زمانہ

New Religious Orders

سینٹ فرانسیس آف اسیسی St Frances of Assisi اور سینٹ ڈومنیک St dominic نے تمام یورپ میں بیداری پیدا کر دی اور انجیل کی بشارت کے لئے کلیسیاؤں میں نیا رنگ بھر دیا۔

iv - سولھویں صدی سے اب تک

1- نئی دُنیا میں سائنس کے نئے علوم، حیرت انگیز ایجادات کی ترقی میں انجیل کے جانباز عاشقوں کی یورپ کے باہر ہمت ایثار اور قربانی جس کی بدولت انہوں نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی نجات دہندہ کے پاس پہنچا دیا۔

مغربی ممالک میں لوگ اپنے ماضی کے بزرگوں، ان کی محنت اور قربانیوں کو ہر روز یاد رکھتے، ان کے متعلق جگہوں کو دیکھتے، ان کی تعلیم اور زندگی کے کردار کو یاد

کر کے اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔

آئیر لینڈ میں سینٹ پیٹرک کا دن بڑی گرمجوشی سے منایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ ننگے پاؤں اس پہاڑی پر چڑھتے ہیں۔ جہاں ان کی یادگار بنی ہے۔ سینٹ جارج اور ڈریگن تمثیلی کہانی لگتی ہے۔ لیکن سینٹ آلبن St Alban (قومیت نامعلوم) رومی فوج میں سپاہی تھا۔ کسی طرح مسیحیت کو جان کر قبول کر لیا۔ خداوند مسیح کو جان لیا اور پہچان لیا چوتھی صدی مسیحی میں سینٹ آلبن کے مقام پر رومی فوج کی تعیناتی تھی۔ اس وقت انگلستان رومی حکومت کے ماتحت تھا۔

آلبن اِسی فوج کا سپاہی تھا۔ اُس نے اپنے مسیحی ہونے کا اقرار واعلان کیا۔ تو حاکموں نے اس کے سر کو جسم سے جدا کر کے شہید کر دیا۔ یاد رہے کہ مُقدّس پولوس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہُوا تھا۔ سینٹ آلبن انگلستان کا پہلا مسیحی شہید ہے۔

شہُدا کے بارے:۔ مقدس بشپ پولیکارپ نے شہادت کے وقت شیروں کی طرف بڑھتے ہُوئے فرمایا۔

میں گندم ہوں۔ شیروں کے دانتوں کے نیچے پس کر اپنے پیارے آقا اور منجی کے لئے روٹی بنوں۔ رومی قیصر آرینہ میں ظالمانہ طریقوں سے مسیحیوں کی جان لینے کا تماشہ دیکھ اور دکھا چکے ہیں۔ شہیدوں کی تاریخ بھی آپ نے پڑھی ہو گی۔

فارسی حکومت Persian Empire ہمیشہ رومی حکومت کے خلاف رہی جب تک رومی حکومت میں مسیحیوں پر ایذارسانی جاری رہی۔ فارس حکومت میں مسیحی امن اور چین کی زندگی گزارتے تھے۔ جب روم میں چین ہُوا اور مسیحیوں کا دل قسطنطنیہ کی طرف مائل ہُوا۔ تو فارس میں مسیحی نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ اَور حکومت نے 339 م میں سخت ترین اور بدترین ایذارسانی شروع کر دی۔ ایذارسانی

کے شرمناک طریقے نکالے گئے۔ اس کے بعد اگلی صدی کے شروع میں دو دفعہ پھر ایسا ہی ہُوا۔ اس حکومت میں رومی حکومت سے بُہت زیادہ مسیحی شہید ہُوئے۔

ایک روایت ہے کہ کرکک (Kirkuk) شہر میں ایک ہی دِن ایک وقت میں سولہ ہزار مسیحی شہید کئے گئے۔ فارسی (Persian) لوگ حد سے زیادہ ظالم تھے۔ لیکن مسیحی مرد و زن مردانہ وار ہنستے ہُوئے۔ اپنی شہادت کو قبول کرتے گئے۔

اے مقدس شہداء ہم آپ کو یاد کرتے اَور آپ کی زندگیوں کے لئے خُدا باپ کا شکر کرتے ہیں۔ آپ کا بیش قیمت خون ہمارا بیش قیمت ورثہ ہے۔

مقدس فرانسس اسیسی:۔ ملک اٹلی میں کھڑکیوں کے مشہور سوداگر کے بیٹے تھے فرانسس نے گھر کی دولت اور عیش و آرام پر لات ماری۔ اور غریبوں بے بسوں اور دُنیا کے چھوڑے ہُوئے انسانوں کی زندگیوں میں خالق اور مالک کی خُوبصورتی جو پھُولوں، پتیوں، جانوروں، پرندوں اور فصل بہار اور کائنات کی ہر چیز میں ظاہر ہوتی تھی کے ذریعہ ان اداس زندگیوں میں خوشی اور مسرت بھر دی۔ عوام نے کائنات کی خوبصورتی میں خُدا کی محبت کو پہچانا اور نجات کی حقیقت کو پا لیا۔ شہر اسیسی (Assisi) میں اس کی یادگار ہے۔ اور اسی نام سے دنیا میں مشہور ہُوا۔ فرانسسکز آرڈر کے فادر اور راہب دُنیا میں بڑی بڑی زیارت گاہوں اور راہب خانوں کو سنبھالے ہُوئے ہیں۔ دعا اور پاک کلام کو سنانا اور عبادتیں ان کا سانس ہیں۔

حصہ دوئم

ہند و پاک میں مسیحیت

رسولی پیامبر ہندوپاک میں

پہلے حصہ میں میں نے مغربی ممالک میں نجات کے پیغام کے پہنچ جانے کاذکر کیاہے اور یہ بھی دکھایاہے کہ خُدارُوح القُدس نے کس قدرت، حکمت اور کثرت سے مُقدّس رسُولوں شاگردوں اور نجات یافتوں کو استعمال کیا اور اَب تک کر رہا ہے ۔دوسرے حصہ کا تعلق زیادہ تر برصغیر ہنداورپاکستان سے ہوگا۔جس کو تحریر میں لانے کے لئے میں نے دوباتوں کاسہارالیا۔

پہلا۔ جناب آرچڈیکن برکت اَللہ صاحب کی تصانیف کے اوراق کو بطور اقتباسات کام میں لایاہوں۔

دوسرا۔میں نے جواپنی زندگی میں دیکھا۔غور سے دیکھااور چھو کر دیکھا۔اس کو اس کتاب کے ورقوں پر سجانے کی کوشش کی ہے۔

تعارف:-اب میں پہلے آپ کا تعارف جناب آرچڈیکن برکت اللہ صاحب سے کرواؤں گا۔پاکستان کے بہُت قدیم اور مشہُور شہر ملتان خواجہ برادری کے چند خاندان نقل مکانی کرکے ناردوال ضلع سیالکوٹ میں آئے تھے۔ان کا پیشہ تجارت اور لین دین کا کاروبار تھا۔ ناڑوال میں بشارت اور اس کا سو گنا پھل جو وہاں ملا۔اس کاذکر میں بعد میں کروں گا۔

اَب یہ بتانا ہَے کہ آرچڈیکن موصوف نے ضلع سیالکوٹ میں تعلیم ختم کرنے کے بعد سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے ایم اے (فلاسفی) کی ڈگری حاصل کی۔اور ملازمت

کے سلسہ میں ایڈورڈز کالج پشاور میں فلسفہ کے پروفیسر تعینات ہوئے۔ تھوڑا ہی عرصہ کام کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنے آپ کو انجیل کا خادم بننے کے لئے کلیسیاء کے بزرگوں کے سامنے پیش کیا۔ ان کی اس پیشکش کو خوشی کے ساتھ قبول کیا گیا۔ پادری بننے کے بعد انُہوں نے لاہور ہولی ٹرنٹی چرچ اور پتوکی میں خدمت کی۔ اس کے بعد وہ فتح گڑھ جوڑیاں ضلع امرتسر بھیجے گئے۔ خدمت کے آخری سالوں میں امرتسر ڈایوسیس کے آرچڈیکن بنائے گئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد میرٹھ میں "ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ" کی سرپرستی کرتے کرتے اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔

ہندوستان کے بٹوارے 1947م سے پہلے کی خدمت کے سال ان کی زندگی کے سنہرے سال تھے۔ جب انہوں نے لکھنا شروع کیا۔ اِن دنوں کی یاد ابھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔ میں نوجوان اور ناتجربہ کار خادم اپنے دل میں کڑھا کرتا تھا۔ جب ڈایوسیس سنٹرل کمیٹی یہ فیصلہ کرتی تھی کہ پادری برکت اللہ کو سال کی اور کبھی کبھی چھ چھ ماہ کی رخصت دی جائے۔ تاکہ وُہ لکھنے کا کام کر سکیں۔ مجھے اور اکثر لوگوں کو یہ شکایت تو تھی کہ پادری صاحب کا بولنا اور منہ سے الفاظ کی ادائیگی بدمزہ اور سننے والوں کے کانوں پر بوجھ تھا۔ لیکن مجھے اَب اقرار ہے کہ یہ سب خدُاوند کے اعلیٰ انتظام سے تھا۔ کیونکہ خُداوند نے اُنہیں حکمت اور علمیت کے کلام سے نوازہ تھا۔ جس کی بدولت انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ کلیسیاء کی خوبصورتی میں چار چاند لگادیئے۔ انکی تصانیف کا ایک ایک لفظ سنہری رنگ میں لکھا جانے والا ہے۔ جب انہوں نے "محمدؐ عربی" لکھا تو مسلمان بھائیوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور پادری صاحب کے لئے اچھے اچھے تعریفی کلمات کہے۔ بہُت سی کتابوں کے علاوہ آرچڈیکن صاحب نے

(1) مقدس توما رسول ہند

(2) صلیب کے ہراول

(3) صلیب کے علم بردار

(4) تاریخ کلیسیائے ہندوستان۔

قرون وسطیٰ کی ایشیا اور ہندوستانی کلیسیائیں لکھ کر مشرقی ملکوں کی کلیساؤں پر بہت بڑا احسان کیا ہَے۔ صاحب موصوف نے خاک و راکھ سے، پہاڑوں اور غاروں سے آبادیوں اور ویرانوں سے، کھنڈروں اور بربادیوں سے نہایت دیدہ ریزی اور عرق ریزی سے ریزہ ریزہ اور بکھرے ہُوئے موتیوں کو اکٹھا کر کے کلیسیائے ہندوپاک کو دے کر مالا مال کر دیا ہَے۔ اے خداوند جہان کے نجات دینے والے ہم تیرے بندے کی خدمت جانفشانی اور محنت کے لئے تیرا شکر کرتے ہیَں۔

ہمارے ورثہ کے دوسرے حصہ جس نے کتاب کا حصہ ہونا ہَے۔ وہ کتاب "مقدّس توما رسول ہند" ہَے۔ جس کے دیباچہ میں آرچڈیکن صاحب نے اس کو کلیسیاء کی بدقسمتی گردانا ہَے۔ کہ اس کو اپنے ملک کی کلیسیاء کی تاریخ کا علم نہیں۔ موجودہ الہیات کے مدرسوں میں مغربی کلیساؤں کی تاریخ تنظیم و عقائد کی نسبت تعلیم دی جاتی ہے۔ دکھ بھرے انداز میں فرماتے ہیَں۔ کہ جبَ کسی اور نے ہندوستان کی کلیسیائی تاریخ لکھنے کے لئے قدم نہ اٹھایا۔ تو میں نے خود اس کام کو شروع کر دیا۔ میَں اپنی نااہلیت سے واقف ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ کہ یہ کتاب بہتر کتابوں کے لئے پیش خیمہ ثابت ہو۔ تاریخی واقعات کی کھوج لگانے میں اُنہوں نے جس دیدہ ریزی اور عرق ریزی سے کام کیا۔ وہ قابل صد آفرین ہَے۔

مقدُّس توما رسول کے بارے وہ اس طرح لکھتے ہیَں۔ مقدُّس توما رسول ماہی گیر تھے۔ جو مقدُّس پطرس، اندریاس، یوحنا اور یعقوب کے ساتھ گلیل کی جھیل میں

مچھلیاں پکڑ کر گزارہ کیا کرتے تھے۔(یوحنا21:1-13 متی18:4)جب خداوند مسیح نے فرمایا، میرے پیچھے چلے آؤ تو وہ بھی اپنے ساتھیوں کی طرح جال چھوڑ کر کلمتہُ اللہ کے پیچھے ہو لئے۔اوران کو اپنے آقا اور مولا کے ساتھ شب و روز رفاقت رکھنے کی سعادت نصیب ہُوئی۔ آپ خداوند کی نشست و برخاست رفتار و گفتار، خیالات و عادات غرض ان کی ہر بات سے واقف ہُوئے۔ مقدس یوحنا رسُول مُقدّس توما رسول کے شروع کے ساتھی تھے۔(یُوحنا21:1-3)یوحنا رسول بتلاتے ہیں۔

کہ مُقدّس توما خداوند مسیح کے کلمات کو نہایت غور و فکر سے سُنا کرتے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ایک دن خداوند مسیح نے اپنے شاگردوں کو فرمایا تمھارا دل نہ گھبرائے جہاں میں جاتا ہوں تم وُہاں کی راہ جانتے ہو۔

مقدّس توما اپنے آقا کی رمز کو نہ سمجھے تو کہا اے خداوند ہم نہیں جانتے کہ تو کہاں جاتا ہے۔پھر راہ کس طرح جانیں۔ابن اللہ نے زبان صداقت سے بیان فرمایا کہ راہ حق اور زندگی مَیں ہوں۔

عید قیامت المسیح کے بعد خُداوند اپنے شاگردوں پر ظاہر ہُوا۔اس وقت مقدس توما ان کے ساتھ نہ تھا۔جب ملنے پر ساتھیوں نے اسے بتایا کہ خداوند زندہ ہے اور ہم نے اسے دیکھا ہے۔ تو مقدس توما نے کہا۔میں جب تک اس کے ہاتھوں میں میخوں کے نشان نہ دیکھ لوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں۔ ہرگز یقین نہ کروں گا۔ آٹھ روز کے بعد خداوند اس وقت شاگردوں پر ظاہر ہُوا جب مقدس توما ان کے ساتھ تھا ۔خُداوند نے کہا توما اٹھ اور میرے ہاتھ اور پسلی دیکھ۔ تو وُہ پکار اٹھا۔تُو سچ مچ میرا خُداوند ہے۔

انجیل یوحنا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدّس توما کی شخصیت نہایت

دلآویز تھی۔ آپ خاموش اور سنجیدہ مزاج واقع ہوئے تھے۔ آپ کی طبیعت غور و فکر کرنے کی عادی تھی۔ آپ فیصلہ کرنے سے پہلے ہر بات کی تہ تک پہنچنا چاہتے تھے۔ آپ کی بے اعتقادی کی وجہ یہ تھی کہ جب تک مکمل ثبوت بہم نہ پہنچتے۔ وُہ اپنی رائے صائب کو اس وقت تک ملتوی رکھتے تھے۔ وہ سکون خاطر سے تمام باتوں کو پرکھتے تھے۔ مقدّس توما خُداوند کے دلدادہ عاشق صادق تھے۔ منجی جہاں سے جدائی کا خیال بھی آپ پر نہایت شاق گزرتا تھا۔ اور آپ اپنے آقا کی خاطر جان بحق ہو کر مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ یوحنا ۱۱: ۱۶ وفاداری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جب خُداوند صعود فرمانے لگے۔ تو اپنے گیارہ شاگردوں جن میں مقدس توما بھی تھے کو جمع کیا۔ آپ نے ان کو یقین دلایا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا اور حکم دیا کہ تم یروشلم سے شروع کر کے ساری قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی کرو۔ سب قوموں کو شاگرد بناؤ ۔ ان کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو تم ان باتوں کے گواہ ہو۔ کلیسائی روایت کے مطابق مقدس توما انطاکیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور غیر الہامی کتاب بارہ رسل کی انجیل کے مطابق آپ بنیامین کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کتاب کے پہلے حصہ میں بھی ذکر کر چکا ہوں۔ کہ مقدس رسولوں نے دُنیا کو مختلف خطوں میں تقسیم کیا۔ تاکہ ان میں سے ہر ایک اس خطے کو جائے اور اس قوم کی طرف روانہ ہو۔ جہاں خداوند اس کو بھیجے قرعہ کے مطابق ہندوستان یہوداہ توما کے نام نکلا یاد رہے کہ مقدس توما کا پورا نام یہوداہ توما تھا۔ لیکن اس نے وہاں جانا نہ چاہا۔ اور عذر کر کے کہا کہ جسمانی کمزوری کے باعث سفر نہیں کر سکتا اور پھر میں ایک عبرانی شخص ہوں۔ میں ہندوستانیوں میں جا کر حق کی منادی کیسے کر سکتا ہوں۔ جب اس نے یہ کہا تو اس رات خداوند اس پر ظاہر ہُوا۔ اس نے فرمایا توما خوف نہ کر۔ تُو ہندوستان جا کر کلام سنا کیونکہ میرا فضل تیرے ساتھ ہے۔

لیکن وُہ سرکش ہو کر کہنے لگا۔ میں ہندوستان نہ جاؤں گا۔ مجھے کسی اور جگہ جہاں تیری مرضی ہو بھیج دے۔ جب وُہ اِس قسم کے خیالات میں غرق تھا۔ اور ایسی باتیں کرتا تھا۔ تو ایسا ہُوا کہ وہاں ہندوستان سے ایک سوداگر آیا ہُوا تھا جس کا نام حبان تھا۔ بادشاہ گنڈافورس نے بھیجا تھا۔ تاکہ ایک بڑھئی غلام خرید کر لائے۔ خداوند نے اس کو دوپہر کے وقت منڈی میں پھرتے دیکھا اور پوچھا کیا تو بڑھئی خریدنا چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں تو خداوند نے فرمایا "میرے پاس ایک غلام ہے۔ جو بڑھئی ہے اور جس کو مَیں فروخت کرنا چاہتا ہوں" یہ کہہ کر آپ نے توما کی طرف اشارہ کیا جو دور کھڑا تھا۔ آپ نے ڈیڑھ سیر چاندی کے عوض اس کو بیچ دیا اور ایک دستاویز لکھ دی۔

منکہ یسوع ولد یوسف نجار اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنا غلام بنام یہوداہ مسمی حبان سوداگر شاہ ہندوستان کے ہاتھ بیچ دیا ہے جب دستاویز تیار ہو گئی تو منجی نے یہوداہ توما کو لیا اور حبان کے حوالے کر دیا۔ حبان نے اس سے پوچھا۔ کیا یہ شخص تیرا مالک ہے؟ رسول نے جواب دیا میرا آقا یہی ہے۔ اس نے کہا اب میں نے تجھے خرید لیا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو رہا۔ اگلے روز توما رسول علی الصباح اٹھا اور اس نے دعا کی اور کہا اے خداوند جہاں تو چاہتا ہے۔ مَیں جاؤں گا تیری مرضی پُوری ہو۔

دعا کے بعد وُہ حبان کے پاس گیا۔ جو اپنا مال و اسباب جہاز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے بھی اسباب رکھنے میں اس کا ہاتھ بٹایا۔ جب جہاز روانہ ہُوا۔ تو حبان نے توما رسول سے پوچھا تو کیا کر سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مَیں لکڑی کے ہل اور جوا اور آنکس بنا سکتا ہوں ۔ میں کشتیاں اور مستول کے لیے چپو اور گراریاں بھی بنا سکتا ہوں۔ حبان نے کہا کہ ہم کو تیرے جیسے ہی کاریگر کی ضرورت تھی۔ تب جہاز نے گھر کا رخ کیا۔ ہُوا موافق تھی اور وُہ اندراپلیس (Andraplis) کی بندرگاہ میں پہنچے۔ جو کسی بادشاہ کا پایۂ تخت تھا۔

توما رسول حبان کے ساتھ ہندوستان پہنچا۔ تو بادشاہ گنڈافورس کے حضور پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے چند سوالات و جوابات کے بعد اسے حکم دیا کہ میرے لیے ابھی محل بنانا شروع کردو۔ توما رسول نے کہا ابھی نہیں۔ میں اکتوبر میں شروع کروں گا۔ اور اپریل میں مکمل کرلوں گا۔ بادشاہ نے حیران ہو کر کہا کہ یہاں ہر عمارت گرمیوں میں بنانی شروع کی جاتی ہے۔ توما رسول نے کہا میں ویسے ہی کروں گا جیسا میں نے کہا ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا مجھے نقشہ بنا کر دکھاؤ۔ بادشاہ نقشہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور تعمیر کے لیے ایک کثیر رقم توما رسول کو دے کر چلا گیا۔ توما رسول اس مال و زر کو لے کر گرد و نواح کے شہر اور گاؤں میں جا کر غرباء اور مساکین کی ضروریات کو پورا کرتا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ ایک معبود کی مساوی کرتا اور بیماروں کو تندرست کرتا ہے۔ شیاطین کو نکالتا اور ایسے ہی حیرت انگیز کام کرتا ہے۔ لیکن کسی سے ایک کوڑی تک نہیں لیتا۔ وہ روزہ رکھتا اور دعا کرتا ہے۔ روٹی صرف نمک کے ساتھ کھاتا ہے۔ وہ ایک راستباز آدمی ہے۔

شہر ٹیکسلا کا سفر:- ٹھٹھہ دریائے سندھ کی بڑی بندرگاہ تھی۔ وہاں سے وُہ کشتیوں کے ذریعہ تیرہ سو میل دریائے سندھ میں چلتے گئے اور اٹک پہنچ کر چالیس میل خشکی کا سفر کرکے ٹیکسلا پہنچ گئے۔ یاد رہے ٹھٹھہ میں ایسے فقیر پائے جاتے ہیں۔ جو اپنا تعلق مقدس توما سے جوڑتے ہیں۔

ٹیکسلا یعنی تراشے ہوُئے پتھروں کا شہر اپنی پُوری آب و تاب میں تھا۔ علم و فضل کا مرکز تھا۔ اس کے قریب ہی پاینی پیدا ہوُا۔ جو صرف و نحو کا قواعد دان تھا۔ خدا روح القدس کی قدرت اور رہنمائی میں منجی دو جہان کی بشارت دے کر اس نے ٹیکسلا سے مری اور کشمیر کی جانب ہندوستان کے شمالی حصوں میں بہت سی مسیحی جماعتیں بنا کر توما رسول جنوبی ہند میں پہنچ گئے۔ مغربی ساحل پر بہت سی کلیسیائیں بنا کر مشرقی ساحل کی طرف

نقشہ قدیم ٹیکسلا
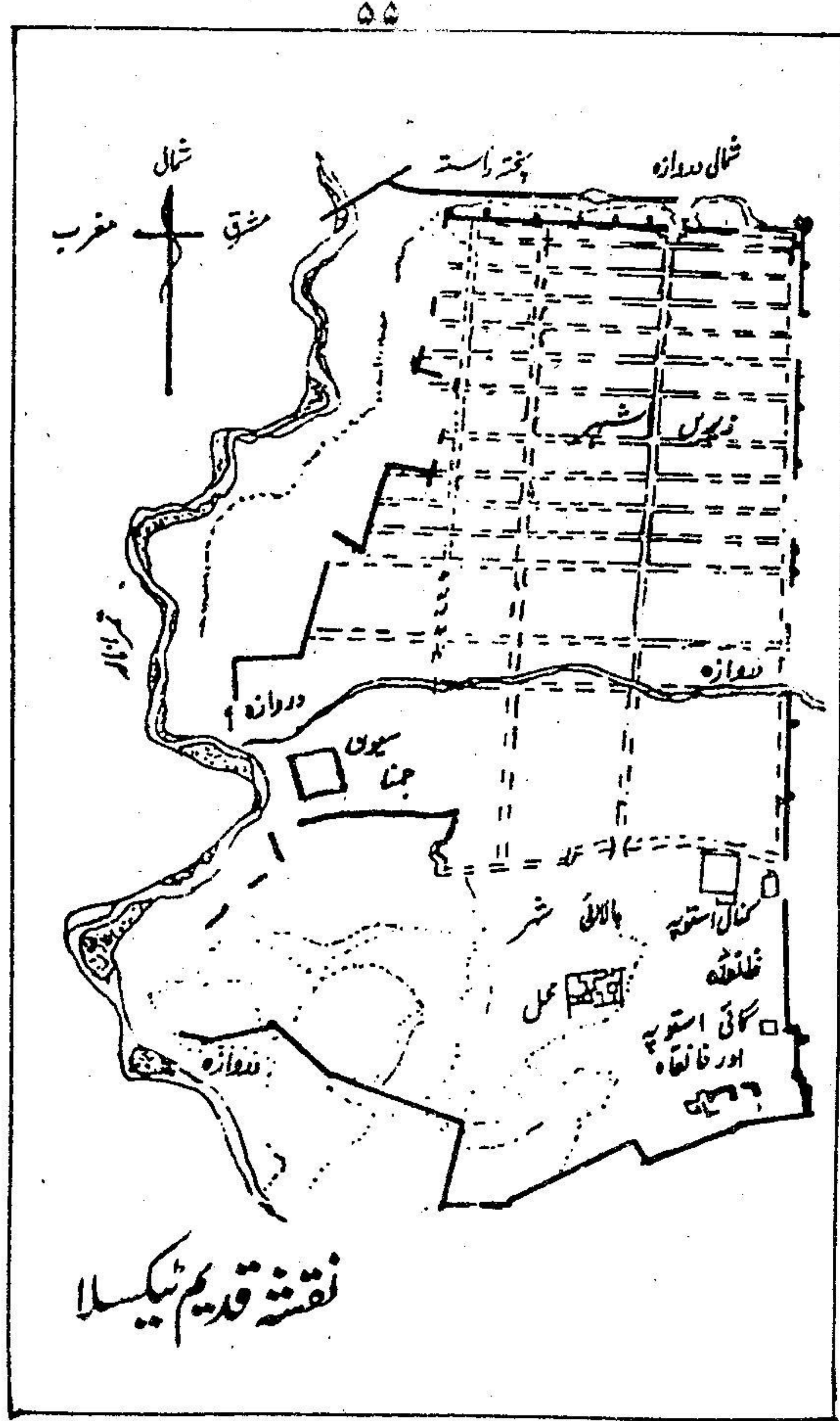
روانہ ہو گئے۔ اور مائیلا پور (موجودہ مدراس) کی مقدس توما کی پہاڑی "St Thomas mount" پر جب وہ دعا کر رہے تھے تو ایک متعصب ہندو نے پیچھے سے گردہ کے پاس نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ اب اس جگہ پر ایک خوبصورت گرجہ بنا ہُوا ہے۔ ساتھ ہی رومن کیتھولک کی راہبات کے لئے گھر بنے ہُوئے ہیں۔ دُعا اور زیارت کے لئے ہزاروں لوگ روزانہ اس پہاڑی پر اترتے چڑھتے ہیں۔ مجھے بھی 1945م چند گھنٹے وہاں ٹھہرنے اور ہزاروں لوگوں کے ساتھ عبادت کرنے کا موقع نصیب ہُوا۔ یہ مقدس توما رسول کی ہندوستان آنے اور اس زمین کو قدم بوسی کا موقع دینے کی مختصر کہانی ہے۔ مفصل حالات زندگی آرچڈیکن برکت اللہ کی کتاب توما رسول ہند اور یوسف مسیح یاد کی کتاب توما ہند پاک مین پڑھیں۔

اب میرا روئے سخن صرف اپنے وطن عزیز پاکستان کی طرف ہے۔ دیکھئے بڑے بڑے براعظموں، امریکہ روس اور چین کو یہ شرف حاصل نہ ہُوا۔ کہ یسوع کے رسولوں میں سے کسی کے پاؤں کو ان کے ملکوں کی مٹی چومتی لیکن آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کیا ہماری یہ خوش قسمتی نہیں کہ ہمیں یہ فخر اور شرف حاصل ہُوا کہ رسول مبارک توما ہمارے شہر ٹیکسلا میں تشریف لائے۔ منجی جہان کی نجات بخش گواہی نے وہاں کی زمین کو معطر کیا۔ ہمارا یہ فرض نہیں بنتا کہ ہم اس جگہ اور مقدس رسول کی وہاں زندگی اور بشارت کو اپنی زندگی کی سانس بنائیں۔ چند سال پہلے میں نے یونائٹڈ پریسبٹیرئین چرچ کے جریدہ بشیر النسواں کے ذریعے آواز اٹھائی۔ تاکہ ملک پاکستان کے تمام مسیحی اس جگہ کو مقدس توما رسول کی یادگاری کے دن کو عید کے طور پر منائیں۔ جس سے ہم میں روحانی تازگی اور مسیحی اخوت پیدا ہو۔ دوسال پہلے مجھے وہاں جانے کا موقع ملا۔ اور یہ دیکھ کر خوشی اور دلی سکون ملا کہ رومن کیتھولک کلیسیاء نے کھنڈراتی کھدائی میں

گورنمنٹ پاکستان سے ایک ٹکڑا زمین لے لیا ہے۔ جہاں وُہ سال میں ایک دفعہ مُقدّس توما کا میلہ کرتے ہیں۔ حمد و ثنا، پرانی یادوں اور رسُول مقبُول کی گواہی اور بشارت سے اپنی روحانی اور مسیحی زندگی کو تروتازہ کرتے، ایک دوسرے کی رفاقت سے دل شاد ہوتے ہیں۔ تمام کلیسیاؤں سے میری درخواست ہے کہ سب وہاں اکٹھے ہو کر اس مبارک دن کو منایا کریں۔ کیونکہ مقدس توما کسی کلیسیاء اور مشن کا ایجنٹ ہو کر نہ آیا تھا۔ بلکہ خداوند مسیح جہان کے نجات دہندہ نے خود اسے ٹیکسلا تکش شلا یعنی تراشے ہُوئے پتھروں کے شہر میں بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ میرا فضل تیرے ساتھ ہے۔ چاہیئے کہ پاکستانی مسیحی سال میں ایک دفعہ وہاں اکٹھے ہو کر مُقدّس رسول کی رفاقت اور فضل مسیح کا حظ اٹھائیں۔

اس میں شک کی گنجائش نہیں، کہ رسول مقبول کی تبلیغی مساعی ضرور پھل دار ہوئیں اور ٹیکسلا میں مسیحی کلیسیاء قائم ہو گئی۔ جس میں یونانی، پارتھی، پنجابی، یہودی، ہندو، چینی، بدھ، زرتشی، فلاسفر، پنڈت، عالم، جاہل، شرفاء اور غرباء اس میں شامل ہو گئے۔ پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کلیسیاء کا کیا حشر ہُوا۔

مقدس توما کی آمد کے چند سال بعد شہنشاہ گنڈافورس اس دار فانی سے کوچ کر گیا دنیاوی اور سامان عیش و عشرت نے سلطنت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا۔ ادھر کشان لوگ جو چین کی طرف سے بختریا میں آرہے تھے۔ اب زور پکڑ گئے۔ 50م میں وہ کوہ ہندوکش پر چڑھ آئے (ہسٹری آف انڈیا بائی ایشور داس کھنہ 70-67م) وادی کابل، قندھار کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد پنجاب کی طرف چڑھائی کی اور ٹیکسلا کو تہ وبالا کر کے غارت کر دیا۔ اس خاندان کے تیسرے بادشاہ کنشک نے اس کو ایسا ملیامیٹ کر دیا کہ اس کے شہر سلطنت اور بادشاہوں کے نام تک صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ مقدس توما رسول کا ٹیکسلا سے جانا مالا بار تک کا سفر اور مالاپور (موجودہ مدراس) میں شہید ہونا۔ مَیں نے چھوڑ دیا تاکہ ہمارا

دھیان صرف ٹیکسلا کی زندگی اور خدمت پر رہے۔ اور باتوں کے علاوہ میرے قیاس میں
ٹیکسلا کی کلیسیاء کے ساتھ وہی ہوا ہوگا۔ جو مُقدّس ستیفنس کی شہادت کے بعد یروشلم کی
کلیسیاء کے ساتھ ہُوا تھا۔ ٹیکسلا کی کلیسیا کے مسیحیوں نے بھی اپنے خُداوند اور نجات
دینے والے کے حُکم کے مطابق وسط ہند اور شمال مغربی ہندوستان کے دوسرے شہروں
میں اور صوبہ کابل و قندھار کی جانب جا کر پناہ لی۔ ممالک اور مقامات میں جا کر منجی عالمین
کی انجیل کا جانفزا پیغام سنایا۔ اور مختلف شہروں میں کلیسیائیں قائم ہو گئیں۔ یہ کلیسیائیں
دِن دُگنی رات چُوگنی ترقی کرتی گئیں۔ حتیٰ کہ ان میں اسقفوں اور صدر اسقف کے صدر
مقام قائم ہو گئے۔ 325م کی نکایاہ کونسل میں جہاں دنیا بھر 318 اسقف صدر اسقف
حاضر تھے۔ ان میں سے ایک، بنام یوحنا اسقف ہندوستان، افغانستان اور ایران کی نمائندگی
کرتا ہے۔

تیرھویں صدی کے آخر میں جب اٹلی کا مارکو پولو ہندوستان آیا۔ تو وُہ لکھتا ہے
کہ وسطی ہندوستان میں چھ ریاستیں تھی جن میں تین مسلم اور تین مسیحی حکمران تھے۔
ٹیکسلا کی بربادی اور انگریزی حکومت کے شمالی ہندوستان پر قابض ہونے کے درمیانی
عرصہ میں ان کلیسیاؤں کا کیا بنا اور ان پر کیا بیتی۔
میں اس از حد مشکل حل کو آرچڈیکن صاحب کی اس تحریر پہ ختم کرتا ہوں۔

جن صدیوں کا ذکر ہے کہ ان کی تاریخ کا مطالعہ ابھی تشنہ تکمیل ہے چنانچہ
مرحوم مولانا ابو الکلام آزاد نے دہلی میں انڈین ہسٹوریکل ریکارڈز کمیشن کی پچیسویں
سالگرہ دسمبر 1948م کے موقع پر فرمایا۔ کہ ہندوستان کی تاریخ کا وہ زمانہ جو 1000م
پر ختم ہوتا ہے خاص طور پر مطالعہ کرنے کے قابل ہے۔

صلیب کے علم بردار

اِس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اُس زمانہ کا نئے سرے سے کھوج لگایا جائے۔
ہم کو ساتویں اور آٹھویں صدی کے ہندوستان کا کچھ کچھ علم ہے اور پھر دہلی کی سلطنت
کے زمانہ کے حالات کا بھی کچھ علم ہے۔ لیکن ان دونوں زمانوں کے درمیان کا علم
نہیں۔ جس کا تعلق غزنوی سلطنت کی ابتدا سے اور اُس سلطنت کا شمال مغربی ہند میں
پھیلنے سے ہے۔

آرچڈیکن برکت اللہ صاحب نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ یہی زمانہ
شمالی ہندوستان کی کلیسیاؤں کی زندگی اور موت کا زمانہ تھا۔ مَیں سکول اور کالجوں میں
پڑھائی جانے والی تاریخی کتاب نہیں لکھ رہا۔ بلکہ اپنے برصغیر جس میں 1947م والے
بٹوارے سے پہلے والا ہندوستان کا حصہ بھی ہے۔ صرف انہیں مواقع اور حالات کو چُن
چُن کر لکھنے کی کوشش کروں گا۔ جن کا تعلق مسیحی دُنیا سے ہے۔

چودھویں پندرھویں صدی میں پُرتگال نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر
ایک چھوٹا سا علاقہ حاصل کر لیا۔ گوا شہر کا مرکز بنا۔ مسیحی مبلغین فدایانِ مسیح نے وہاں
جیزویٹ فادروں کی نگرانی میں تبلیغ اور پاسبانی کا کام شروع کیا۔ کوچین اور ٹرانکور میں
مضبوط مسیحی کلیسیائیں موجود تھیں۔ جن کا تعلق ابتدائی مار تھوما سے تھا۔ مشرقی ساحل
پر مدراس قائمبوری ترچناپلی اور تنادلی شہروں میں سرسبز اور صحت مند کلیسیائیں موجود

ہیں۔ مدراس تو مُقدّس توما رسول کی شہادت پانے کی جگہ قائمبتور (مائیلاپور) تعلیمی اداروں کے اَور ترچناپلی جو عالیشان اور خُوبصُورت گرجاؤں کے باعث چھوٹا روم کہلاتا ہے۔ تناولی شہر کی آبادی پچانوے فیصد مسیحی ہے۔

1945 م میں جب مجھے ان جگہوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ تو مَیں نے سو فیصدی ان کو ایسے ہی پایا۔ خاص کر تناولی تو مجھ کو ایسے لگا جیسے یہ بہت بڑا اور گنجان آباد مشن کمپاونڈ ہے۔

سترھویں صدی کے آخر میں جب انگلستان اور فرانس کے سوداگروں (ایسٹ انڈیا کمپنی) نے آنا شروع کیا۔ تو جیسے یہ دونوں مغرب میں لڑتے تھے۔ ویسے ہی یہاں بھی لڑنا شروع کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے حکمرانوں اور بڑے ہوئے راجواڑوں کو اپنی طرف کر کے گھمسان کی لڑائیاں لڑیں۔ جس کے باعث دونوں ساحلوں کے درمیان کلیسیاؤں کو سخت نقصان پہنچا اور وُہ کمزور ہو کر تتربتر ہو گئیں۔

انگریزوں کے جب یہاں حوصلے بڑھے۔ تو اُنھوں نے شمال کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ کلکتہ اور اُس کے بعد جنگ پلاسی میں سراج الدولہ پر اپنے ہاتھ صاف کر کے شمالی ہندوستان میں اپنے لئے ایسا دروازہ کھول لیا۔ سیدھے پشاور جا کر ہی دم لیا۔ یہ ان کی بات ہے۔ جن کے کرتوت ہم جنوبی ہند میں دیکھ آئے ہیں۔ آگے میں آرچڈیکن برکت اللہ صاحب کی دکھائی ہوئی روشنی میں خود دیکھوں گا۔ اور آپ کو دکھاؤں گا۔ ان کا کہنا ہے کہ گزشتہ اور اس صدی میں مغربی ممالک کی مختلف کلیسیاؤں کے چند سر فروشان صلیب کے دلوں میں خُدا نے یہ ولولہ پیدا کیا کہ وُہ ہمارے ملک میں آکر از سرِ نو صلیب کے علمبردار بنیں۔ اور یہاں صلیب کا جھنڈا گاڑیں۔ ان مبلغین کی حکومتوں نے (بالخصوص انگریزی حکومت) از حد مخالفت کی۔ کلیسیاؤں نے بھی حتیٰ المقدور کوشش کی کہ ان کو

اس ارادہ سے باز رکھیں۔ لیکن خُداوند مسیح کے یہ بہادر سپاہی ٹلنے والے نہ تھے۔ منجی عالمین کے آخری حکم کے الفاظ ان کو چین نہیں لینے دیتے تھے۔ کہ "آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تُم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ۔ اَور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں"۔ (متی 28:18-20)

پس وُہ اپنی جانیں مختارِ کل کے ہاتھوں میں سونپ کر' بے سروسامانی کی حالت میں' خویش و اقارب کو الوداع کہہ کر اپنے وطن سے بے وطن ہو کر' آرام و آسائش کی زندگی کو خیرباد کہہ کر' صلیب کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر' تبلیغ انجیل کے میدان میں کود پڑے۔ ان کی انتھک کوشش نے صوبہ سرحد اور پنجاب کے مختلف گوشوں میں صلیب کا جھنڈا گاڑا ہے۔ ان کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ یہ ہُوا کہ خدُا کے فضل سے ان کی حین حیات میں ہی اِن جگہوں میں کلیسیائیں از سرِ نو پیدا ہو گئیں۔ جہاں وُہ صدیوں پہلے توما رسول اَور آپ کے جانشینوں کے ذریعہ قائم ہُوئی تھیں۔ (زبور 8:48) جیسا ہم نے سُنا تھا ویسا ہی ہم نے دیکھا۔

اَب پنجاب کا فرض بنتا ہے کہ وُہ ان عجائب کاموں کو جو پردیسی مبلغین نے ہمارے درمیان کئے ہیں۔ بھُول نہ جائیں بلکہ ان کو جاری رکھیں۔ تاکہ مسیحی کلیسیاء کا نام نابود ہونے کے بجائے کروڑوں روحوں کو بچانے کا وسیلہ بن جائے۔

صلیب بردار شھروں میں:- صلیب کے یہ بہادر علم بردار ہم تک براستہ آگرہ' سہارنپور' لدھیانہ' جالندھر' امرتسر اور لاہور پہنچے۔ جناب آرچڈیکن صاحب کی کتابیں جن کے نام میں دے چکا ہوں۔ اپنے گھروں میں رکھ کر انہیں پڑھ کر ہمیں مکمل اَور مفصل واقفیت حاصل ہو گئی ہے۔ میں یہاں مختصر طور پر خاص خاص اشخاص کا اور ان کے کام کا ذکر کروں گا۔

(1) آگرہ میں بشپ کوری نے ایک گھر خریدا اور سی ایم ایس کو نذر کر دیا۔ اس گھر میں کارل فانیڈر صاحب کو رکھا۔ جہاں پر وُہ تبلیغ اور تصنیف کا کام کرتے رہے۔ اسی گھر میں اس سے پہلے عبدالمسیح صاحب بھی رہ چکے تھے۔ جو پادری ہنری مارٹن کی وساطت سے 1812م میں بشپ ہیبر نے اسے چرچ آف انگلینڈ کے دستور کے مطابق خادم دین بنایا تھا ۔ یہ پہلا ہندوستانی مسیحی تھا۔ جس کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ وُہ اس مقدس خدمت کو حاصل کرے۔

13 فروری 1851م کے روز ٹامس فرنچ اور سٹوارٹ آگرہ پہنچے۔ بشپ ٹامس فرنچ کو زبانیں سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ انہیں ہفت زبان پادری کا لقب دیا گیا۔

1853م میں سینٹ جانز کالج کی عمارت مکمل ہو گئی تھی۔ یہاں نئے مشنریوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہو جاتی تھی۔ کیونکہ اُس وقت آگرہ کے یورپین مشن کے بڑے مددگار تھے۔ مثلاً "سر ولیم میور اور لیڈی میور نے چند ہفتوں تک نووارد پادری صاحبان کو اپنے گھر میں اُتارا۔ مسٹر پیٹرسن اور ان کی اہلیہ نے مشن کی امداد کے لئے چیزوں کو فروخت کرنے کے لئے اپنے گھر میں جگہ دی۔

آگرہ کے کلکٹر سیکسپیر جن کی تحریک سے ایک کیٹی کسٹ یورپیوں کے نوکروں کو تعلیم دینے کیلئے مقرر کیا گیا۔

سینٹ جانز کالج کے بارے میں مشنری صاحبان کی یہ خواہش تھی کہ ایسا کالج قائم ہو۔ جس میں عام تعلیم گورنمنٹ کالج کے معیار کی ہو۔ اور ساتھ ہی دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔

(2) سہارنپور: پادری اینڈریوز 13 فروری 1855م کو امریکہ سے کلکتہ پہنچے۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد تین مارچ کو سہارنپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ راہ میں آلہ آباد میں

ملاقات کرتے ہُوئے سہارنپور پہنچے۔ پادری جے کاڈویل وہاں نہیں تھے۔ انہی کے گھر میں ٹھہرے۔ اُنہوں نے چاروں طرف نگاہ کی۔ تاکہ اپنی تبلیغ کے لئے ایک مرکز تجویز کریں۔ باندہ۔ بریلی اور سیالکوٹ ان کے پیش نظر تھے۔ آخر سیالکوٹ انہیں پسند آیا۔ زمین خریدی اور رہنے کے لئے مکان تعمیر کیا۔ سیالکوٹ میں ان دنوں الیشع سوفٹ اور عبداللہ آتھم دورے پر نکلے ہُوئے تھے۔ آپس میں ملاقات ہُوئی۔ تو سوفٹ نے بتایا کہ میرے دو بڑے بھائی انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر کابل کی جنگ میں چلے گئے ہیں۔ باقی بھائیوں میں ڈانیل سوفٹ اور جی ڈبلیو سکاٹ ہیں۔ سکاٹ کو ایک مسلمان تاجر نے پشاور میں ملازم رکھ لیا۔ ایک انگریز خاتون کتاب مقدس کی جلدوں کو کابل بھیجنا چاہتی تھی، کرنل ویلر نے صلاح دی کہ وہاں یہ مفت تقسیم نہ کی جائیں۔ بلکہ فروخت کی جائیں۔ صلیب کے جانباز عاشق سکاٹ نے فوراً اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور پشاور سے کابل پہنچا۔ اور کتابِ مُقدّس کی جلدوں کو فروخت کرنے لگا۔ جب امیر دوست محمد خان کو خبر ملی تو اس نے سکاٹ کو گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ اگر تم کلمہ نہیں پڑھو گے۔ تو قتل کئے جاؤ گے' سکاٹ نے کہا کہ اگر مجھے دلائل سے مسلمان کیا تو مجھے عذر نہ ہو گا۔ اس پر مباحثہ شروع ہُوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ والئی کابل نے سکاٹ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اور اس کو علی مسجد تک صحیح سلامت بھیج دیا گیا۔ لیکن کتاب مُقدّس کی جلدیں کابل میں ہی رہ گئیں۔

سہارنپور خاص امریکن مشنریوں کا زبردست اڈہ بنا رہا۔ جہاں وُہ زبانوں کا مطالعہ کرتے۔ تبلیغی تجاویز کے بارے میں صلاح مشورہ کرتے، علم الٰہی پر تبادلہ خیالات کرتے۔ آہستہ آہستہ یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا کہ امریکہ پریسبیٹرین مشن نے یہاں سمینری بنالی۔ اور خادم دین کو تیار کرے۔ بہت سالوں تک پادری طالب الدین صاحب جو برادر حقیقی

مسز گریس وارث اور زہرہ وارث کے بھائی تھے اس کے قابل اور کامیاب پرنسپل رہے۔

(3) لدھیانہ :- 1848م میں کلکتہ پہنچ کر پادری چارلس ولیم فورمین ڈاکٹر ڈف کا مہمان ہوا۔ میزبان اور مہمان کی رفاقت اور تبادلہ خیالات سے پادری فورمین نے فیصلہ کر لیا کہ میں پنجاب پہنچ کر مشن سکول جاری کروں گا۔ **اور تعلیم انگریزی زبان** میں ہو گی۔ انگریزوں کی تسخیر پنجاب سے چند ماہ قبل وہ لدھیانہ پہنچ گیا۔ جہاں پادری نیوٹن 1835م میں امریکن پریسبٹیرین مشن کے مشنری بن کر آئے تھے۔ پادری جان لوری بھی وہیں تھا۔ پادری فورمین کی شادی پادری نیوٹن کی بڑی بیٹی کے ساتھ ہو گئی۔ 1849 میں جونہی پنجاب انگریز کے قبضہ میں آیا۔ پادری فورمین اور نیوٹن لاہور پہنچ گئے۔ انگریز مسیحیوں کے نام گشتی چٹھی بھیجی۔ 4238 روپے جمع ہوئے اور جھٹ سکول چالو کر دیا۔ اس وقت رنگ محل سکول، لیڈی ڈفرن سکول، اور فورمین کرسچین کالج ان بزرگوں کی محنت، ایثار اور قربانی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ جنہوں نے لاہور کی فضا کو مہکایا۔

جالندھر:- 1846م میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے دو آب پر قبضہ کیا۔ تو امریکن مشن نے جالندھر میں مناد اور واعظ بھیجے۔ مسٹر پورٹر نے مشن کمپونڈ کے لئے شہر کے نزدیک زمین خریدی اور یہاں پادری گولک ناتھ صاحب متعین کر دیئے گئے۔ پادری گولک ناتھ کی فیملی آج تک جالندھر میں ہی مقیم ہے۔

امرتسر:- امرتسر کا آغاز عجیب تھا، انگریز سرکار کے کچھ افسر چاہتے تھے۔ کہ سلطنت کے قیام کے لئے مشنریوں کا آنا خطرناک ہے۔ لہذا کوئی مشنری اس ملک میں قدم نہ رکھے۔ لیکن دیندار اور دوربین احکام کی رائے تھی کہ سی ایم ایس اور امریکن مشنری مل کر

مسیحیت کی اشاعت کریں۔ ان حکام میں ہنری لارنس، جان لارنس، جنرل لیک ویلر، نیکلسن، ایڈورڈز وغیرہ شامل تھے۔ ان کے بلانے پر چرچ مشنری سوسائٹی نے پادری رابرٹ کلارک اور **پادری** ٹامس پیٹرک کو مشنری بنا کر امرتسر روانہ کر دیا۔ جہاں وہ خیر و خوبی اپریل 1852م میں پہنچ گئے۔

پادری رابرٹ کلارک کے متعلق اگر آپ پورا جاننا چاہتے اور اپنے دلوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ تو آرچڈیکن برکت اللہ کی کتاب صلیب کے علمبردار ضرور پڑھیں۔ میں صرف اسی پر اکتفا کروں گا کہ آج آپ سی ایم ایس کے بارے میں جو بھی امرتسر سے پشاور تک اور سری نگر سے کراچی تک دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب اسی بزرگ کی علمیت، شوق اور جوش، انتھک محنت اور سفروں کا نتیجہ ہے۔ کابل سے آکر پشاور کے دروازہ پر دم توڑنے والی خاتون کا چھوٹا بچہ لے کر اپنا لے پالک بنایا۔ اس کو ہنری مارٹن کلارک کا نام دیا، سکاٹ لینڈ میں اس کو اعلیٰ میڈیکل تعلیم دلوائی، اور کلیسیائے پاکستان اور ہند کو ایک زبردست عالم اور نہایت جوشیلا مبلغ دیا۔ 22 مئی 1893م سے 5 جون تک ڈپٹی عبداللہ آتھم اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان مباحثہ ہوا۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اس کے صدر تھے۔ 29 مئی کے دن جب اس نے خود مرزا صاحب سے مباحثہ کرنا تھا۔ تو پادری احسان اللہ صاحب صدر بنے تھے۔

مسیحی کتب کی طباعت اور فروخت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس نے امریکن مشن والوں کے ساتھ مل کر پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ پادری ایس ایچ پیرنگ کی فیاضی سے اس کے لئے عمارت کھڑی ہو گئی۔ پادری کلارک اس کا پہلا سیکرٹری تھا۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کو بعد کے سالوں میں مسٹر ایف ڈی وارث نے چاند تک اٹھا دیا اور ہر بات میں چار چاند لگا دیئے۔

کلارک تبلیغی، طبی، تعلیمی، اور کلیسیاء کی سب باتوں کو پنجاب سی ایم ایس میں جنم دینے اور صحیح پرورش کرنے والا تھا۔ اس کو از حد خوشی تھی کہ میں نے لکھا اور کنٹربری کے اسقف اعظم نے 1885م میں پادری مولوی عماد الدین لاہز کو ڈی ڈی کی ڈگری عنایت فرمائی۔ 25 جنوری 1887م کو لاہور کیتھڈرل تقدیس کی رسم ہوئی۔ ان دنوں اردو زبان کی پہلی عبادت میں ڈاکٹر لاہن صاحب نے وعظ فرمایا تھا۔ یہ آرچڈیکن سٹیلے حق امرتسر والے اور بیڈن روڈ والے ڈاکٹر پرسی حق کے نانا تھے۔ پادری رابرٹ کلارک کی عظیم خدمت کے ساتھ پادری ٹامس ہنٹر شہید کی عظیم قربانی کا ذکر کرنا اچھا لگتا ہے۔ پادری صاحب 4 دسمبر 1827م کو سکاٹ لینڈ میں پیدا ہوئے۔ کنگز کالج میں علم الحیات کا مطالعہ کیا۔ طالب علمی کے ایام میں ہی ان کی روحانی زندگی نے بہتوں کو متاثر کیا۔ ایک نہایت پارسا، شریف النفس اور دیندار خاتون مس جین سکاٹ سے شادی ہو گئی۔ 1855م میں فارن مشن کمیٹی نے میاں بیوی کو سیالکوٹ کے لئے روانہ کر دیا۔ راستے میں ایک سال کے لئے بمبئی ٹھہرنا پڑا۔ مسٹر شرف کے ساتھ مل کر خداوند کے لئے روحیں جیتنے کا کام کیا۔ اور ان کے ہاتھ سے سات اشخاص نے بپتسمہ لیا۔ ان میں سے ایک سید محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹ تک ان کے ساتھ آئے۔ 15 اکتوبر 1856م کے روز وہ 1447 میل کی لمبی مسافت پر چل پڑے۔ دریائے سندھ اور دریائے جہلم کا آبی راستہ ختم کر کے جہلم شہر میں پہنچے۔ جہلم سے گجرات اور گجرات سے سیالکوٹ میں پہنچ گئے۔ جو مقدس شہر یروشلم کے عرض بلد میں واقع ہے۔ اور جموں کشمیر سے 26 میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس وقت امریکن مشن کے تین مشنری وہاں کام کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مسیحی اتحاد اور یگانگی میں آگے قدم بڑھایا۔ تو ایک سکول لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کھولا۔

آرچڈیکن صاحب نے صلیب کے علمبردار کے صفحہ نمبر 156 تا 160 میں 1857م کے فسادات اور پیارے ٹامس ہنٹر، اور جین اور ان کے معصوم بیٹے کی سیالکوٹ کی راہوں میں تڑپتی لاشوں کا بیان لکھا ہے۔ مفصل آپ وہیں پڑھیں مرے کالج، ہنٹر پورہ آبادی اور گرجا گھر ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھی میں سب مسیحیوں سے درخواست کروں گا کہ اس شہادت کے روز کو ہم ہنٹر پورہ چرچ میں عبادت اور مسیحی رفاقت کے ذریعے دہرایا اور منایا کریں۔ تاکہ تبلیغی اور بشارت کی روح ہمارے اندر تروتازہ رہے۔
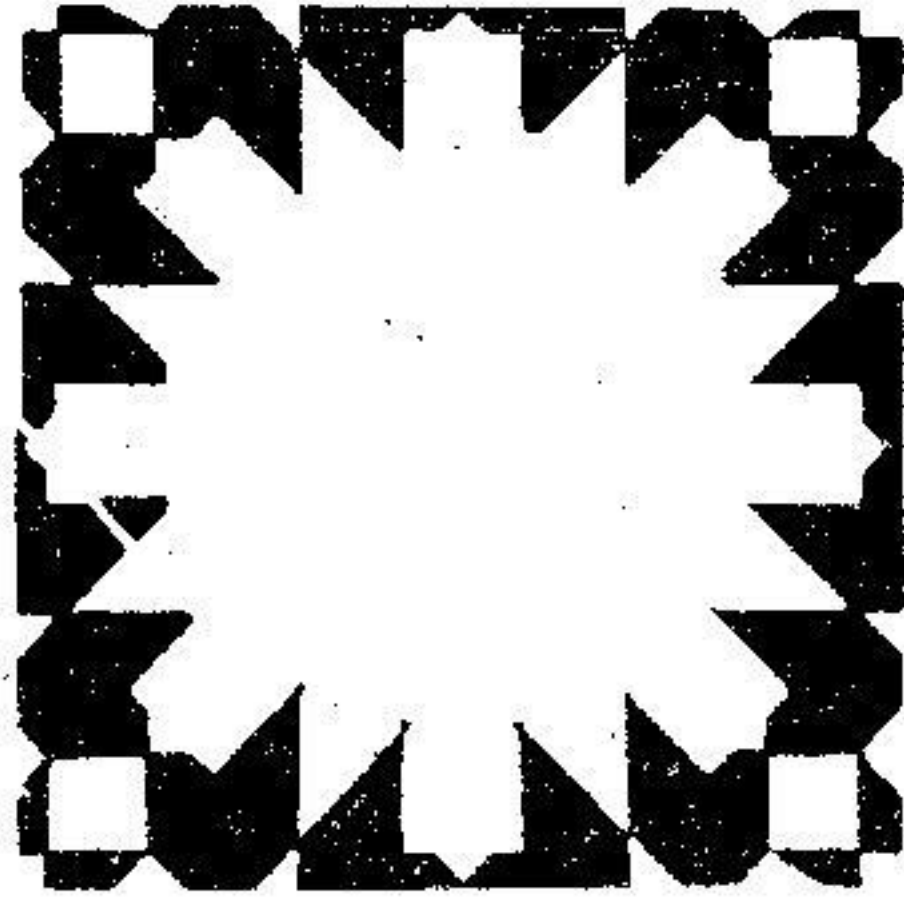
مشنری کانفرنس

بشارتی مُہم پر بھیجے ہوئے ستر شاگردوں اور بالاخانہ پر کے 120 اشخاص کی مکمل اور صحیح فہرست تو شاید ہی کسی نے پڑھی اور جانی ہو گی۔ لیکن یقین رکھیں وُہ سب کتاب حیات میں محفوظ ہونگے۔ اگر میں ان ناموں کو جو 1947م کے بٹوارے کے ساتھ ہندوستان کے حصے میں چلے گئے ہیں کو چھوڑ کر بھی لکھتا جاؤں تو یہ نا ختم ہونے والا سلسلہ چل پڑے گا۔ میں اپنی اور آپ کی سہولت کے لئے ماہ جنوری 1863م میں ہونے والی "پنجاب کی پہلی جنرل مشنری کانفرنس" کے نام دے دیتا ہوں۔ ہمیں پتہ چل جائے گا کہ وُہ کون سے روشن ستارے تھے۔ جنہوں نے ہمارے خطہ ارض کو روشن کیا ہُوا تھا۔ اس کانفرنس کی روئیداد 400 صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس میں چرچ آف انگلینڈ' امریکن پرسبیٹرین چرچ' امریکن پریسبیٹرین ریفارمڈ چرچ' امریکہ یونائیٹڈ پریسبیٹرین چرچ' چرچ آف سکاٹ لینڈ' اور امریکن میتھوڈسٹ ایپسکوپل چرچ کے تقرریافتہ پردیسی مشنری اور دیسی اور غیر تقرریافتہ پردیسی اور دیسی مسیحی شامل ہُوئے۔

پاسبان:- فرنچ جان نیوٹن' بروس' کلارک' فورمن' گولکناتھ' سوفٹ' سکاٹ' پیٹرسن اور ٹیلر جیسے بزرگ حاضر تھے۔

لے مین:- ہرمینڈرتھ' میکورڈ اور پرکنس جیسے معزز سول حکام اور ہربرٹ ایڈورڈز

میکلیگن اور لیک جیسے اعلیٰ فوجی حکام اور سردار بکرم سنگھ' جے سی بوس' ڈاکٹر بوس' جے این' چیٹر جی' مرار جی ڈیسائی' مکرجی' جے پی راؤ' راجا کپور تھلہ جیسے بزرگ موجود تھے۔

کانفرنس کا ایجنڈا:- (1) غیر مسیحیوں میں انجیل جلیل کی منادی۔ (2) ہندو مت اور اسلام کے پیروکاروں سے مباحثہ۔ (3) تعلیمی ادارے اور عورتوں میں تبلیغی کام۔ (4) دیہات میں تبلیغی دورے۔ (5) کلیسیاء کے لے مینوں کی امداد۔ (6) میڈیکل مشن ۔ (7) دیسی کلیسیاء۔ (8) پردیسی مشنری اور ہندوستانی مسیحی۔ (9) متلاشیان حق۔ (10) کثرت ازدواج اور طلاق۔ (11) پہاڑی قبائل۔ (12) سکھ مذہب۔ (13) مسیحی لٹریچر۔ (14) مشنوں کے باہمی تعلقات اور ہندوستان کی کلیسیائے جامع۔

28 دسمبر 1862م اتوار کے روز سب کلیسیاؤں اور مشنوں کے شرکاء اکٹھے پاک عشائے ربانی کی عبادت میں شریک ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے لئے فضل اور سلامتی کی دعائیں مانگتے ہوئے رخصت ہُوئے۔

ایسی پُر فضل کانفرنس کے بعد کی خدمت کے اثرات اور پھل بھی بابرکت ہوں گے۔ ان خداوند مسیح کے سچے وفادار' دیانت دار' جفاکش اور محنتی اشخاص کے زیر سایہ جنہوں نے تعلیم اور تجربہ حاصل کر کے نئی کلیسیاؤں کو پیدا کیا۔ ان کی بھی لمبی فہرست ہے۔

لاہور کے بشپ تو انگریز حکومت کے تحت چنے اور بنائے جاتے تھے۔ لیکن ان میں فرنچ اور بشپ لیفرائے کے نام خاص طور پر یاد آتے رہیں گے۔ کیونکہ وہ بشارت اور روحوں کو جیتنے کے کام میں خاص الخاص دلچسپی لیتے تھے۔ دیسی خادم الدین کی تیاری کا انہیں خیال تھا۔

صلیب بردار:- 21نومبر 1870م میں مہاں سنگھ باغ لاہور کی عمارت میں سینٹ جانز ڈیوِنٹی کالج شروع ہُوا۔15 دسمبر 1872م کے روز بشپ ملمن Milman نے دو طالب علموں کو خادم الدین بنایا۔ پادری جان ولیم ٹانک اور پادری امام شاہ پشاور میں تعینات کیئے گئے۔ شروع میں صلیب کے علمبرداروں میں پادری بیٹمین' مارٹن' ینگسن بھی تو نہیں بھولتے۔ پنجاب کی کلیسیاء کے چار مسیحی گاؤں کے ساتھ ان کے نام جڑے ہُوئے ہیں۔ان گاؤں کے لئے ضروری ہے کہ ان کی زندگیوں کو اپنے لئے ماڈل بنائیں۔

سی ایم ایس میں جیسے پادری آر کلارک کو عزت اور درجہ دیا جاتا ہے۔وُہی عزت اور درجہ پادری اینڈریوز گارڈن کو یوپی چرچ میں دیا گیا ہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پادری گارڈن سیالکوٹ پہنچ گیا'۔اس کی رفیقہ حیات (جس کا شادی سے پہلے نام برقہ کیمبل تھا) اور اس کی بہن مس ایلزبتھ گارڈن بھی پہنچ گئیں۔ اس علاقہ کی بیش قیمت اور روحانی خدمت میں پادری افراہیم' سٹیونن' پادری آر اے ہل بھی اس کے ساتھ آ ملے۔ سوفٹ برادرز جو صلیب کے جانباز عاشق تھے' مسٹر عبداللہ آتھم نے ان میں اور زندگی بھر دی۔

سیالکوٹ شہر کے اندر ایک قطعہ زمین خرید کر گرجا بنانا چاہا۔لوگوں نے مخالفت کی تو شہر کے باہر تحصیل کے قریب زمین مل گئی'۔اس پر گرجا تعمیر کیا۔جب عمارت مکمل ہو گئی۔ تو کمشنر صاحب نے حکم جاری کیا کہ یہ عمارت استعمال میں لائی جائے'یا اس کو مسمار کر دیا جائے۔ کیونکہ سرکار کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ کہ چونکہ گرجا کی عمارت تحصیل کے قریب ہے۔اس لئے ممکن ہے کہ غیر مسیحی یہ خیال کرلیں کہ گورنمنٹ خود اس گرجا کو تعمیر کر رہی ہے۔ اینڈریوز گارڈن اور اسکے ہم خدمتوں نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ سر رابرٹ منٹگمری نے بھی وائسرائے ہند کو لکھا۔ جب وائسرائے سیالکوٹ آیا

تو اس نے فیصلہ دیا کہ گرجا کو مسمار نہ کیا جائے۔ یوپی چرچ نے سات جنوری 1859م کو الیشع سوفٹ اور جارج واشنگٹن اور سکاٹ کو پادری بنایا۔ جنوری 1863م میں گوجرانوالہ میں مشن کھولا گیا' پادری بار Barr اور پادری سکاٹ وہاں بھیجے گئے۔ لڑکوں کا یتیم خانہ بھی وہاں منتقل کیا گیا۔ ان دنوں گورداس پور میں پادری آئی ڈی شہباز خدمت کرتے تھے۔ انہوں نے زبور کی کتاب کو پنجابی زبان میں منظوم کیا۔ کمال یہ ہے کہ جیسا کتاب مقدس میں 150 مزامیر میں علم الٰہی موجود ہے۔ وہی اور ویسا ہی پنجابی نظم میں موجود ہے۔ اس عظیم خدمت کے لئے خدا کا شکر ہو۔

اس وقت کے تمام بزرگوں نے جو مختلف مشنوں اور ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ پوری مسیحی رفاقت اور یگانگت میں پورے جوش وخروش سے خداوند مسیح کا نور (میں دنیا کا نور ہوں) چمکا کر پنجاب کو روشن کر دیا۔ نارووال ضلع سیالکوٹ میں بہت بڑی فصل کاٹی گئی' یعنی آرچڈیکن احسان اللہ' پادری وارث دین' پادری میاں صادق' پادری آر ایم واعظ' آرچڈیکن برکت اللہ' پادری ودھاوامل' پادری کے دینا ناتھ (یہ دونوں نارووال کے نزدیک داؤد گاؤں کے تھے) چوہدری جلال الدین کا گاؤں بھی نارووال کے نزدیک تھا۔ اور ان کے رشتہ دار چوہدری سکندرؔ یہ سب ایک ہی وقت کے بپتسمہ یافتہ ہیں۔ ان کی خدمت بھی رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ ظفروال کے علاقہ کے پہلے پھل کنہیا اور بھگن تھے۔ بھائی کنہیا کے بیٹے گہنامل اور گنڈامل تھے۔ جنہوں نے انجیل کی اشاعت میں بہت محنت کی اور نام پایا۔

پادری کالڈویل کے سپرد پٹھانکوٹ میں مشن کھولنے کا کام ہُوا۔ وہاں کے گرلز ہائی سکول نے بہت بڑی خدمت کی۔ اس زمانہ میں تبلیغ اور بشارت سے جو خداوند مسیح کے قدموں میں آئے۔ طوالت سے ڈرتا ہُوا میں ان پیارے ناموں کو چھوڑ رہا ہوں (سوائے

دو کے) جواب پنجاب (ہندوستان) میں رہ گئے ہیں۔ وُہ دو نام اگر بھول جائیں تو کافروں میں گنے جائیں گے۔ پہلا بھائی کرتار سنگھ جنہیں تبت میں منادی کا جنُون تھا۔ دوسرا سادھو سُندر سنگھ یہ بھی بھائی کرتار سنگھ کی طرح تبت کی راہوں میں گم ہو گئے۔ لیکن انہوں نے بہت سی کتابیں دوسروں کی روحانی ترقی کے لئے لکھی ہیں' جن کا دُنیا کی تیس مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ضرور حاصل کر کے پڑھیں

یہ واقعہ بھی آپ کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ 945م میں جنوبی ہند کے شہر ترچناپلی کے پاس ہمارا فوجی کیمپ تھا۔ مقامی پادری نے مجُھے بتایا کہ آپ کے پاس ڈیڑھ میل پر جو پہاڑی ہے۔ وہاں ہمارے تقریباً سو خاندان رہتے ہیں۔ جو سڑک اور عمارتوں کے لیے پتھر اور بجری بناتے ہیں۔ sight seeing کی غرض سے میں تیس فوجی جوانوں کو ساتھ لے کر گیا۔ گھاس پھوس اور کھجور سے بنے ہُوئے بڑے صاف ستھرے اور خُوبصُورت جھونپڑے تھے۔ ایک بڑے جھونپڑے کے گرد بہُت پھول لگے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر لگی ہوئی صلیب خوبصورت دکھائی دیتی تھی۔ یہ اُن کا گرجا تھا۔ اتنے فوجیوں کو دیکھ کر بچے اور لوگ تو ہم سے دور ہوتے گئے۔ ہم گرجا گھر کی سیدھ لے کر آگے بڑھتے گئے۔ کسی دوسرے کی ہمت تو نہ پڑی۔ لیکن اُن کے پادری صاحب جو مدراسی لباس میں ملبوس تھے۔ ہماری طرف آئے۔ ہمیں بھی انہیں اپنی طرف آتے دیکھ کر خوشی ہُوئی۔ میں نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرایا۔ جوانوں سے ملایا۔ پادری صاحب نے آواز اور اشارہ سے سب لوگوں کو بلایا' آہستہ آہستہ جمع ہو گئے۔ وہ سب حیران اور سراسیمہ تھے پادری صاحب نے انہیں ہمارے متعلق بتایا۔ جو لفظ ہماری سمجھ میں آئے 'سوامی سندر سنگھ پنجاب کرسچن' ایک دو عورتوں نے پادری صاحب سے کچھ دریافت کیا تو انہوں نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ اس کے بعد جن عورتوں کی گود میں بچے تھے۔ انہوں نے

میرے گرد جھمگٹا ڈال دیا اور بچوں کو میرے جسم اور گھٹنوں سے لگانا شروع کر دیا۔ پادری صاحب نے بتایا کہ ماؤں کی خواہش تھی کہ سوامی سندر سنگھ جی کے ملک سے آئے ہوئے پادری کو ہمارے بچے چھو سکیں۔ کھڑے کھڑے ہم نے تھوڑا وقت ان کے ساتھ سادھو سندر سنگھ کی عظمت ان کی بشارت اور قربانی کی یاد میں گزارا۔ اس پیاری زندگی کے لئے خُداوند مسیح کا شکر ہو۔

سیالکوٹ سے سکاٹ لینڈ کے مشنریوں نے ڈسکہ اور وزیر آباد گجرات اور جلال پور جٹاں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ سکول اور ہسپتال کی بنیاد ڈالی۔

تعلیم:۔ ایف سی کالج' کینرڈ کالج' ایڈورڈز کالج' مرے کالج' اور گارڈن کالج نے ڈگریوں کو دیہاتوں میں بکھیر دیا۔ مسز یونگ (مس پورٹر) نوبل' گریٹ سٹیوارٹ نے پنجاب یونیورسٹی کے نام کو تعلیم اور سپورٹس میں چمکا دیا۔

طبّی کام:۔ جلال پور جٹاں اور ٹیکسلا میں پردیسی ڈاکٹروں نے اپنی خدمت سے بھرپور مدد کی۔ سی ایم ایس کلارک آباد' ملتان اور خاص کر شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ڈسپنسریوں اور چھوٹے شفاخانوں کے جال بچھا دیئے۔ پشاور' کوئٹہ اور بنوں میں بڑے ہسپتال کھول دیئے۔ سرحدی لوگوں سے پیار اور عزت کا یہی طریقہ تھا۔ ڈاکٹر تھیوڈور پینل' سر ہنری ہالینڈ' میکفرسن اور ان کے ساتھیوں نے اس خدمت کو گہرا اور مضبوط بنا دیا۔

جب تک نامعلوم علاقوں اور حالات کا پورا علم نہ تھا۔ تو مغربی مملکت سے مشنری یہاں آکر کمال مسیحی محبت اور رفاقت میں بشارت اور تبلیغی مہموں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے۔ اور پھل بھی بکثرت حاصل کرتے رہے۔ لیکن جب کلکتہ سے پشاور تک انگریز کی بادشاہی جم گئی اور حالات ہموار ہو گئے۔ تو مغربی مشنریوں نے

سمندری جہازوں میں آنا شروع کر دیا۔ انہوں نے سمندری سفر جو ایک مہینہ یا چوبیس دن میں کٹتا تھا ان دنوں کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ فرلو سے لوٹنے والے اور نئے کارندے ڈیک پر بیٹھ فیصلہ کر لیتے تھے کہ آپ گوجرانوالہ' سرگودھا' میانوالی میں بشارت اور کلیسیائیں بنانے کا کام کریں۔ آپ گجرات جہلم اور جلال پور جٹاں کی طرف بڑھیں۔ آپ نو آبادیات کے اضلاع میں رہیں۔ آپ کے ذمے جھنگ بار کا سارا علاقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس سے فائدہ یہ ہُوا کہ سارے اپنی اپنی حد کے اندر رہ کر امن چین سے خدمت کرنے لگے۔ نارووال جس کی زرخیزی کا بھی ذکر کر چکا ہوں۔ ڈاکٹر پینل آف بنوں نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ نارووال پنجاب کے مسیحیوں کی زیارت گاہ ہے۔ اس کو شمال اور مغرب میں یو پی مشن نے گھیرا ہُوا ہے۔ جب میں نارووال میں خدمت کا کام کرتا تھا۔ تو شمال کی طرف کے گاؤں یو پی حلقہ کے گاؤں سے ملے ہُوئے تھے۔ دو گاؤں ایسے لگتے تھے جیسے ایک ہی ہے۔ جناب پادری مہنگا مل مرحوم یو پی کے اور میں سی ایم ایس کا ہم سگے بھائیوں کی طرح بھائیوں کو تقویت دیتے تھے۔ لیکن ڈیک کی کانفرنس کا نقصان بھی ہُوا۔

1 - ہم روحانی سوچ اور رفتار میں بٹ گئے۔

2 - یہ حدیں ہمارے لئے ممنوعہ علاقہ بن گئی۔ مثلاً "ٹیکسلا ہماری پہنچ سے باہر ہو گیا اور مقدس توما رسول کو پانا ناممکن ہو گیا۔

3 - غلط طریقوں سے لوگوں کو اپنی کلیسیاء میں شامل کرنے (sheep stealing) کی بری عادت میں وقت ضائع ہُوا وغیرہ وغیرہ۔ دل تو کرتا ہے کہ تمام مشنریوں اور معزز بزرگوں کے بارے میں لکھتا ہی جاؤں لیکن مجبور ہوں۔ ان کو چھوڑنے کو دِل نہیں

کرتا اور قلم بھی آگے نہیں بڑھتا۔

کس کس کو کس کس کو یاد کریں

کیسے کیسے سماں دیکھے نے آنکھوں کی ان

لاہور ڈایوسیس

اَب میں آنکھوں دیکھے سماں یعنی سی ایم ایس (لاہور ڈایوسیس) کے حالات کو پیش خدمت کروں گا۔ کہیں کہیں آپ کا ذکر بھی آتا جائے گا۔

ڈایوسیس کو پانچ ضلعوں میں بانٹا ہُوا تھا۔ انتظامیہ کو ڈی ایم سی ڈسٹرکٹ کونسل کہتے تھے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں انجیل جلیل کے پُر فضل پیغام کے اثر سے سید محمد یحییٰ باقر، دلاور خان، فضل حق، جہان خان، مولانا اعظم خان، تائب خان، سید بادشاہ صلیب کے جھنڈے تلے آگئے۔ ڈاکٹر جوزف پال، پولیس افسر ڈانی ایل صاحب اور پادری سمسون خان نیازی نے اُنہیں اور طاقت ور بنادیا۔ بلوچستان صوبہ میں کوئٹہ برٹش ایمپائر کی ہندوستان میں سب سے بڑی چھاؤنی تھی۔ چھاؤنی کے سبب شہر بنا تو اس میں گجرات سے پادری مکھن نتھانیل صاحب کا بڑا خاندان، پنجاب سے مسٹر نرائن داس اور چوہان خاندان آبسے۔ ڈاکٹر ایس لوتھر نے ڈاکٹر ہنری ہالینڈ کے ساتھ خدمت کی۔

صوبہ سندھ میں پادری ٹیکم داس بھگتانی اور دانی ایل بلدیو نے مشنریوں کے ساتھ ملکر خدمت کی۔ پادری کینن داس فرانسس نجم الدین موضع روال ضلع ٹھٹھ کے باشندے تھے۔ بمبئی یونیورسٹی سے بی اے (ایگریکلچر) کی ڈگری لی تھی۔ پہلے فادر ایلش کے آشرم سے تعلق پیدا ہُوا۔ پھر بپتسمہ پانے کے بعد بشپ لاہور جی ڈی بارن کو سونپے گئے۔ ہولی ٹرنٹی چرچ اور بٹوارے کے بعد لاہور کیتھڈرل کے وکر بنے۔ چند سال خدمت

کرنے کے بعد راولپنڈی کرائسٹ چرچ کے وکر اور چیپلین کی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ اور وہیں سے اپنے پیارے خُداوند کے پاس پہنچ گئے۔ راولپنڈی قبرستان میں سپُرد خاک ہُوئے۔ اُن کی بیوہ ملی سینٹ (Milicent) اپنی چھوٹی بیٹی (مسز سنگھا) کے ساتھ کراچی میں رہتی تھی۔

ایک دن راولپنڈی کے لئے بلاوجہ چل پڑیں۔ سفر اور کمزوری کے باعث جسم میں تکلیف محسوس ہُوئی۔ ہولی فیملی ہسپتال نے چیک اپ کے لئے داخل کرلیا۔ اگلے دن دم دے دیا۔

بشپ چندورے کا تعلق کراچی کے ساتھ تھا۔ خاندان پبلشر، اسٹیشنرز اور اشاعت کا کام کرتا تھا۔ کراچی کے علاوہ لاہور اور راولپنڈی میں بڑی بڑی دکانیں تھیں۔ ان کے بڑے بھائی جے رے نے پاکستان چھوڑتے وقت اپنا سارا کاروبار فیروز اینڈ سنز کے ہاتھوں بیچ دیا۔ بشپ چندورے کاٹن سکول شملہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اساتذہ کی اعلیٰ روحانی زندگیوں کے زیر اثر خداوند مسیح کو پایا۔ تبلیغ کے دلدادہ تھے۔ اکثر تبلیغی دورے کیا کرتے تھے۔ پادری بننے کے بعد بائبل سوسائٹی کی باگ ڈور سنبھال لی۔ سندھی میں پاک کلام کا ترجمہ جس کو پادری ٹی ڈی بُھگتانی نے شروع کیا تھا مکمل کیا۔ تبتی زبان میں ترجمہ کروانے میں بہت تکلیف جھیلی۔ ستائیس جنوری 1957م کو لاہور کیتھڈرل میں تقدس مآب آر مکرجی صاحب میٹروپولیٹن کلکتہ کے ہاتھوں کراچی ڈایوسیس کے پہلے بشپ بنائے گئے۔ میٹروپولیٹن صاحب اور ہند، پاکستان، برما اور سیلون کے تمام بشپوں کا پاکستان میں تشریف آور ہونے کا یہ پہلا اور آخری موقع تھا۔

بشپ صاحب نے ڈایوسیس میں تمام رُوحانی ذمہ داریوں کے علاوہ کوئٹہ کا چرچ بنوالیا۔ سکھر میں ہسپتال کے نئے حصے بنوائے۔ ہائی سکول، پادری کا نیا گھر، حیدر آباد میں

گرجا، پادری کا گھر، گرجا سے ملحقہ دکانیں بنوائیں۔ میرپور خاص میں بورڈنگ ہاؤس اور کئی دوسرے مکان بنوائے۔ کراچی چرچ کمپونڈ میں نئے فلیٹ، ہولی ٹرینٹی کیتھڈرل کی دُرستی، سکول کا حصہ اور ایک بڑا عالیشان بشپ ہاؤس بنوایا۔ بشپ صاحب نے اپنی محنت اور کارکردگی کے بُہت سے نشان چھوڑے ہیں۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد "ہیگائی انسٹیٹیوٹ سنگاپور سے ملحق ہوئے اور وہیں ایک کانفرنس کے دوران حرکت قلب بند ہونے سے اپنے مُنجی اور نجات دینے والے کے پاس پہنچ گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق انہیں سنگاپور میں ہی سپُرد خاک کیا گیا۔

کراچی کلیسیاء اور ڈایوسیس میں بہُت سالوں تک مسٹر ایس سندر داس اور مسٹر جے۔ بی۔ عزرایاہ نے عوام کی مذہبی کاموں اور تہواروں میں بھرپور رہنمائی اور مدد کی۔ بشپ صاحب نے خادم الدین کی ہربات پر لبیک کہا اور جماعتوں سے کہلوایا مجھے ڈیڑھ سال وہاں پاسبانی کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں نے بہُت کچھ سیکھا اور سیکھایا۔ میں ان دنوں کے لئے خُدا کا شکر کرتا ہوں۔ وہاں میری انتخابی نظر ایک نوجوان پر پڑی۔ خُدا کا شکر ہے کہ وہی نوجوان رائے ونڈ ڈایوسیس کی ڈگمگاتی کشتی کو اپنے بازوؤں اور چپوؤں کی مدد سے سنبھال سکا اور کامیابی سے کھیتے جارہا ہے۔

پادری جوزف ٹھاکر داس صاحب جو چتو کی میں لمبے عرصے تک خدمت کرتے رہے۔ ان کی خدمت اور زندگی کے لئے خدا کا شکر ہے۔ ان کا جسمانی تعلق سکھر روہڑی سے تھا۔ دوسرا بھائی ریلوے میں ملازم ہو گیا۔ اور اس نے اپنا نام مارشل رکھ لیا۔ ان دنوں اینگلوانڈین کو ریلوے میں ہندوستانیوں سے اعلیٰ گریڈ ملتا تھا۔

اب پنجاب میں آجائیں۔ یہاں کی آبادی گنجان اور مسائل اور کارنامے بڑے ہیں صدی کے بعد پہلا دور گزر گیا۔ یہ دوسرے دور کی باتیں ہوں گی۔ نارووال کے لئے

پادری رچرڈ۔ اے۔ آئی۔ کے کینن انند سروپ۔ بینجمن، چندولال، کینن ڈبلیو ایف ہاکس باگ دوڑ سنبھالنے والے ہوئے تھے۔ نئے مشنری کو چند ماہ وہاں رکھا۔ علاقہ جنگ بار ضلع لائیل پور (فیصل آباد) کی طرف روانہ کر دیا۔ مقدّس پولوس کے نقش قدم پر چلنے والا یہ نڈر بہادر اور انتھک مشنری پادری کینن والٹر پلین ہیرس تھا۔ گوجرہ کو اپنا مرکز چُن کر رہنے کے لئے گھر بنوالیا۔ اور گھر سے ملحق گرجا بنایا۔ اس کے آگے زمین پیش بینی کے لئے خرید لی۔

سامنے سڑک کے پار اس نے زنانہ ہسپتال بنوایا۔ زنانہ سکول کس سخت محنت سے بنا خدا ہی جانتا ہے۔ مس رولی کنگ نے اس بڑی خدمت میں کینن صاحب کا مردوں کی طرح ساتھ دیا۔ اسی زنانہ کوٹھی میں 1964ء میں ہر دل عزیز اور پیاری بہن مس جون سینٹ قتل کی گئیں۔

1920ء میں ہیرس صاحب نے آئیور ہوسٹل کی بُنیاد رکھی۔ آئیور Berk-ingham shire country انگلینڈ میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جس نے 1914ء والی جنگ عظیم کے ختم ہونے پر ہوسٹل کے لئے رقم شکر گزاری کے طور پر بھیجی۔ ہوسٹل کے پھلوں کا ذکر بعد میں کروں گا۔

کینن صاحب مرحوم کی خدمت کا پورا حال جو میں لکھ سکتا ہوں لکھوں۔ تو مُجھے ایک دفتر چاہیئے۔ مفصل آپ ان کی لکھی ہوئی کتاب "جنگل دچ منگل" (Joy in the wildernes) میں پڑھ لیں۔ دیہاتی بچوں کی تعلیم اور ترقی کے بارے میں انہیں عشق تھا۔ تھوڑے عرصہ میں انہوں نے لڑکیوں کا سکول اور ہوسٹل Girl School and Hostel St. faith اور لڑکوں کے لئے آئیور ہوسٹل بنوایا۔ دیہاتی غریب بچوں کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ ناچنے لگی۔

گوجرہ مرکز کے چاروں طرف حلقہ خدمت کے لئے پھیلا ہُوا تھا۔ چک منٹگمری والہ 424۔پ اور چک بیٹمن آباد 462گ۔ب کے علاوہ تحصیل سمندری آدھی تحصیل فیصل آباد۔ آدھی تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ضلع جھنگ مگھیانہ اس میں آتے تھے۔ تقریباً تین درجن کیٹی کسٹ اور استاد اپنے ساتھ کام کرنے کے لئے پادری ہیرس نے پیدا کر لیے۔ ہر مرکز پر پرائمری سکول کیٹی کیسٹ کا گھر اور گرجا گھر بنایا۔ فصل کی کٹائی کے دنوں میں جب دوروں کا کام مدھم پڑ جاتا۔ تو وُہ تمام کارندوں کو گوجرہ میں خاندانوں سمیت بلا لیتے یہ ان کا سالانہ سمر سکول ہوتا۔ جس میں تین ہفتہ تک ان کی روحانی۔ جسمانی اور ذہنی تروتازگی کو بڑی محنت اور دعا سے بروئے کار لایا جاتا۔ اس خُدا کے بندے کا برتاؤ اپنے کارندوں اور جماعتوں سے ہمیشہ اچھا رہا۔

دیہاتی مسیحیوں میں سے سب سے پہلا خادم الدین انہوں نے بیٹمن آباد چک 462 میں تیار کیا۔ پادری جان حویلی مسیح نے خادم الدین بننے کے بعد اسی جماعت میں اپنی خدمت کو پورا کیا۔ فارغ ہونے کے بعد نارووال میں اپنا گھر بنا کر زندگی کے آخری دنوں کو تمام کیا۔ ہر وقت مسکراتے رہنا اور میٹھی میٹھی باتوں سے دوسروں کو اپنی متوجہ کرتے رہتے۔ دوسرے خادم الدین جن کی تیاری گوجرہ میں ہوئی۔ وُہ جناب پادری بھگتو مل تھے۔ جنہوں نے اپنی خدمت کا زیادہ عرصہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں گزارہ۔ ان کے برادر خورد میجر سالویشن آرمی ارجن داس تھے۔ جو ملکی فوج کے پردیسی افسروں اور مبلغوں کی اردو۔ پنجابی میں ترجمانی کیا کرتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ہال میں لیکچر کا ترجمہ کرتے تو حاضرین عش عش کر اٹھتے۔ پادری صاحب کے فرزند ارجمند جناب پادری جیرلڈ مل صاحب ان دنوں سینٹ ٹامس سیمنری کراچی میں علم الٰہی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان کی علمی اور عملی زندگی شاگردوں کو بہت متاثر کرتی ہے۔ خداوند اسے اور استعمال کرے۔ گوجرہ

میں مُقدّس متی اور مُقدّس توما کی طرح توام نے بھی خدمت گزاری اور خُداوند کا جلال ظاہر کیا۔ وُہ تھے جناب پادری ایشور داس صاحب اور پادری عیسیٰ داس حنیف صاحب دونوں اکٹھے آئیور ہوسٹل میں داخل ہُوئے۔ اکٹھے ایک ہی جماعت اور ایک ہی کمرے میں پڑھتے رہے۔ اکٹھے میٹرک کے امتحان میں بیٹھے دونوں پاس ہُوئے۔ ہیرس صاحب دونوں کی روحانی طبعیت کو پہچانتے تھے۔ دونوں کا کیٹی کیسٹ بنالیا۔ خاص مرکزوں پر بعد میں تعین کیے گئے۔ شروع میں یہ دونوں ہر گاؤں اور ہر مرکز میں جاکر بشارت دیتے تبلیغ کرتے اور جماعتوں میں زیادہ روحانی بیداری پر زور دیتے۔ ان دنوں ان دونوں کی خدمت سے لوگوں نے برکت پائی۔ پادری حنیف صاحب نے طالب علمی کے زمانہ میں گورمکھی کو مضمون کے طور پر پڑھ کر حاصل کیا تھا۔ پنجابی شعر لکھنے میں یہ علم ان کے کام آیا۔

وُہ پنجابی گیت لکھتے۔ دیہاتی جماعتوں میں انہیں کے ذریعہ اپنے اسباق کو ماڈل بناتے تھے۔ دونوں خادم الدین بنائے گئے۔ کام وسیع ہونے کے سبب حنیف صاحب فتح گڑھ جوڑیاں (ضلع امرتسر) بھیجے گئے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتان میں اپنے بڑے بیٹے میجر (ریٹائرڈ) سموئیل وکٹر کے ہاں زندگی کے آخری سالوں میں قیام کرنے کے بعد مالک حقیقی تک پہُنچ گئے اور وہیں سپُردِ خاک ہُوئے۔

جناب پادری ایشور داس صاحب نے خدمت کے پُورے سال گوجرہ حلقہ میں ہی گزارے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے چھوٹے بیٹے جناب پادری جوئیل کے پاس پشاور چلے گئے۔ بیٹا چونکہ مجرد تھا۔ ماں باپ نے بیٹے کی پاسبانی خدمت میں بھرپور حصہ لیا۔ اب بھی پشاور کلیسیاء اُنہیں یاد کرتی ہے کہ پادری جوئیل کے دِن پیرش لائف کے سنہری دن تھے۔ خاندان نے امریکہ نقل مکانی کا فیصلہ کر لیا۔ تو پادری صاحب بھی وہاں چلے گئے

اور وہاں پر ہی ابدی آرام کو پالیا۔

ایسے جانبازوں محنتی اور حلیم خادموں کی یاد میں آرچ ڈیکن بی ایم آگسٹین مرحوم کا نام کیسے بھلایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے باوجود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے گوجرہ کا علاقہ میں جب کام شروع کیا۔ سمہ ناگ گاؤں میں اپنی رہائش گاہ کو آشرم کا رنگ دے دیا۔ اپنے نام کے ساتھ سیوک خدمت کرنے والا لکھنا شروع کر دیا۔ اب بھی گورہ کے علاقہ کے لوگ انہیں زیادہ سیوک صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لوگوں میں حلیمی اور فروتنی ملنساری اور خدمت ان کی زندگی کے خاصہ نشان تھے۔ ان کی خدمت کی عظمت کو دیکھ کر مرحوم بشپ عنایت مسیح نے انہیں آرچڈیکن بنالیا۔ ان کے ہونہار اور قابل فرزند جناب پادری کینن پیٹرک آگسٹین صاحب امریکہ کی ریاست "ورجینا" میں خدمت کرتے ہیں۔ اپنے والد سے حلیمی۔ ملنساری کو ورثہ میں پایا ہے۔ ان کی عظمت اور اخلاقی خوبیوں کے آگے امریکن مسیحی جماعتیں سر جھکاتی ہیں۔ خدا باپ اس نوجوان کی خدمت کو اور زیادہ موثر کرتا جائے۔ کینن ڈبلیو۔ ٹی۔ ہیرس صاحب کے زیر سایہ اور زیر ہدایت معزز حاکم دین کاٹی کیسٹ خدمت کرتے تھے۔ ان کے دونوں بیٹے جناب پادری یعقوب خان مرحوم اور جناب پادری عنایت۔ ایچ۔ ڈین مرحوم کلیسیاؤں کی پاسبانی اور چوپانی خدمت میں پیش پیش رہے۔ ڈین صاحب نے بٹوارے کے وقت نارووال میں کیسی بارڈر والی جگہ پر بے مثل کام کیا۔ ان کی زندگیوں اور خدمت کے لئے خدا کا شکر ہے۔ ڈین صاحب کا فرزند ارجمند پادری سلیم شمع کو تھامے ہوئے ہے۔ ہیرس صاحب نے بیٹمن آباد چک 462 گ۔ب میں بہت بڑا اور خوبصورت گرجاگھر کرائسٹ چرچ اور ایک بنگلہ بنوالیا۔ مس سی کیسن صاحبہ نے ریٹائرمنٹ سے پہلے کے چند برس وہیں خدمت کر کے اپنے وطن انگلستان 1951ء کو سدھاریں۔ جہاں وہ تھوڑا وقت ہی زندہ رہ کر ملک عدم کو روانہ ہو

گئیں۔ مرنے سے پہلے جوان کی آخری چٹھی ہمیں ملی اس میں لکھا تھا۔ بیٹمن آباد میں میری خدمت کے دوران مجھے روحانی ترقی ملی۔ اور میرے اور آپ کے نجات دہندہ کے پاس پہنچنے کی تیاری خدا باپ کا تمام خدمت گزاروں کی زندگیوں کے لئے شکر ہے۔

گوجرہ کے علاقہ سے باہر ہیرس صاحب نے کراچی قیام کر کے آرچڈیکن کی حیثیت سے کراچی کو علیحدہ ڈایوسیس بننے کے تمام کاموں اور کاغذات کو مکمل کیا۔ برٹش گورنمنٹ نے ان کی عظیم لیاقت اور تجربہ کاری کو مانتے ہوئے۔ انہیں اپنی خدمت کے لئے مدعو کیا۔ یہ دوسری جنگ عظیم (1939-46) کا زمانہ تھا۔ انہیں Liasion افسر بنا کر میجر کا فوجی مرتبہ دیا۔ اس حیثیت میں اکثر ترنتارن تحصیل میں آیا کرتے تھے۔ دورہ کی سرکاری سہولت کو بالائے طاق رکھ کر وہ مجھے کہا کرتے تھے۔ میں نے تیرے علاقہ میں فلاں فلاں گاؤں کا دورہ کرنا ہے۔ اپنے ٹانگہ کو تیار رکھنا اور میرے ساتھ چلنا میری خوشی کا آپ خود ہی اندازہ لگالیں۔ ان کا بڑا بیٹا آرمی چیپلن بن کر ہندوستان میں آیا۔ اور چھوٹا بیٹا سول سروس میں اور ان کا پوتا swich شمالی انگلینڈ میں وکر ہے۔ شمع جل رہی ہے۔ گوجرہ کے ملحقہ مشنری مرکز ٹوبہ ٹیک سنگھ کو آرچڈیکن احسان اللہ اور لے مین سردار نتھا سنگھ لائیل نے شروع کیا اور پرورش دی۔ آرچڈیکن کے بارے میں آرچڈیکن برکت اللہ صاحب نے کتاب میں لکھا ہوا ہے "دانا" معمار کلیسیاء پنجاب" میں یہاں سردار صاحب کے متعلق تھوڑا لکھوں گا۔ یہ سردار شیر سنگھ گوجرانوالہ کے فرزند نے جو انگریزوں اور سکھوں کی لڑائی میں کام آیا تھا سنگھ بچہ ہی تھا۔ کہ انگریز سول افسر لائل صاحب جنہوں نے آبادیات میں لائل پور شہر بسایا تھا۔ کی نظر کرم میں آگیا۔ انہوں نے نو آبادیوں میں ٹوبہ ٹیک سنگھ تحصیل میں سے اپنے نام میں اولہ چھوٹی سی جاگیر دی۔ 1942م میں سردار صاحب کی بیوہ اس کو بیچ کر اپنے بچوں کے پاس دہلی چلی گئی۔

آرچڈیکن احسان اللہ صاحب کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد پادری پرمانند صاحب یہاں آگئے اور سبکدوش ہونے تک اسی جگہ رہے۔ بچوں نے یہاں پر ہی تعلیم شروع کی اور زندگی میں داخل ہوئے۔ بڑے بیٹے ڈاکٹر ستیانند کی شادی مس طالب الدین (ہمشیرہ مسز گریس وارث) کے ساتھ ہوئی۔ دوسرا بیٹا البرٹ پرمانند پروفیسر علم ریاضی (مرے کالج) طلباء کے ساتھ دریائے اٹک پر گئے اور وہیں دریا میں ڈوب کر جان دے دی۔ البرٹ کا چھوٹا بھائی پادری امرت نند بٹوارے کے وقت گوجرہ میں انچارج تھا۔ 1940ء میں بشپ بنا کر آسام بھیجا گیا۔

ملتان میں پادری چلمبر لین صاحب پادری طالب مسیح کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ایمرسن سکول (جواب ایمرسن کالج ہے) کو جلد بند کرنا پڑا۔ بہاول پور میں مڈل سکول کچھ سالوں تک جاری رکھا مسٹر لعزرس گورنمنٹ ٹریننگ سکول کھکھڑے کے پرنسپل تھے۔ بعد میں امرتسر ضلع کے انسپکٹر آف سکولز بنا دیئے گئے۔

کلارک آباد کلاں اور خورد میں پادری داؤد سنگھ۔ پادری گلف نے کام کیا۔ بشپ لیفرائے نے یہاں منادوں کی تعلیم و تربیت کے لئے سکول بنایا۔ ٹی۔ ایل۔ ٹی۔ ایس جس کو اپنی پوری خدمت کے دوران پادری اے ڈنگور تھ اور پادری قاضی خیر اللہ نے جاری اور ساری رکھا۔ اس دوران قاضی صاحب کو انگلستان میں پشتو ترجمہ (انجیل مقدس) کی نگرانی کے لئے جانا پڑا۔ ساتھ ہی وہ گاؤں کی پاسپانی خدمت کو سنبھالتے رہے۔ یہاں کی ساری اراضی مشن کے نام پر تھی۔ مسٹر پریم ناتھ اور بِدھا دا اس کے کار مختار تھے انہوں نے بڑی محنت اور دانشمندی سے دونوں چکوں کی کاشتکاری کا نہایت خوبصورت اور اعلیٰ انتظام کیا۔ آمدن کا پانچواں حصہ مشن کو جاتا تھا۔ اور چار حصے کاشتکار کو ملتے تھے۔ محنت کرنے والے بھی خوشحال تھے۔ مشن کے ادارے لڑکوں اور لڑکیوں کے سکول ہسپتال

اور کلیسیاء کی پاسبانی کے کام عمدگی سے چلتے تھے۔ لیکن ہائے کسی کی نظرِ بد اس کو کھا گئی۔

لاہور ڈایوسیس کو بلندی پر پہنچانے میں خادمان دین اور لے مین (Laymen) دونوں نے پُورا پُورا حق ادا کیا۔ میسرز ایل رلیارام۔ نجم الدین برادرز ایس کے فضل۔ ای جیوانند۔ ایچ۔ ایل فیلیوس۔ بی این جاشوا۔ بھوٹ سرل بھان۔ حکیم برادرز جی۔ جیکب۔ دیوان بہادر ایس بی سنگھا۔ چاچا فیض۔ اے آئیرک نولکھا چرچ میں کنور دلیپ سنگھ (جج ہائی کورٹ لاہور) ایل رلیارام۔ یو۔ پی چرچ کے مسٹر ایس۔ برق ڈیوڈ فضل دین ان کی ہمعصر تھے مسٹر میسی اور ٹریسلر مل برادرز حاکم دین لال موتی لال' نصیر خان' لالہ وہاب الدین اپنے وقت کے روشن ستارے تھے۔ مسٹر آر۔ کارنیلس اور مسٹر اسحاق رحیم بخش نے قانودانی میں پاکستان کے اندر خُداوند مسیح کے نام کو جلال دیا۔

پادری محمد حسین نے زندگی کا عرصہ اجنالہ ضلع امرتسر میں گزارا۔ سبکدوش ہونے کے بعد اپنی بیٹی مسز چارلس کے ساتھ آ بسے وہ دونوں میاں بیوی ریلوے کے ملازم تھے اُور ریلوے بنگلوں میں سے ایک میں رہتے تھے جب میں لاہور میں تھا۔ تو اکثر انہیں دیکھنے جایا کرتا تھا۔ تو وُہ انجیل مُقدس زبانی یاد کرتے تھے وہ مجھے زبانی رٹی ہُوئی آیات سنایا کرتے تھے۔ ان کے بیٹے لوئیس حسین صاحب ڈایوسیس کی خدمت گزاری میں پیش پیش ہوتے تھے۔ پشتو بولنے والے خادمان دین میں سے ایف سی شریک۔ ایم ایم پیٹر۔ ایف آر واجد۔ غلام الدین۔ جلال الدین۔ بی ایم اصغر اور عنایت مسیح تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کو فتح کرنے کے لئے فوج بھیجی تو واپسی پر کئی اشخاص راہ میں ہی قدم جما گئے۔ ان میں سے ایک جواہر سنگھ کا والد بھی تھا۔ بیٹے کو فارسی' اردو کی تعلیم دلوائی جب جوان ہُوا۔ تو اس کی ملاقات سیالکوٹ اور ڈسکہ کے مشنریوں سے ہُوئی۔ شروع تو سرسری تھا۔ لیکن ان کی زندگی سے خُداوند مسیح کو پاتا گیا۔ اور دِل کی گہرائیوں سے اسے مکتی داتا مان لیا۔ پتسمہ

والے دن پادری صاحب کے آگے گھٹنوں پر گرا اور کہا جواہر سنگھ گھٹنوں پر گرتا ہے۔ آپ بپتسمہ دیں۔ جواہر مسیح قدموں پر اٹھ کھڑا ہو گا۔ اس نام سے انہیں زندگی بھر گہرا پیار رہا۔ سینٹ جانز ڈیوینٹی کالج مہان سنگھ باغ لاہور میں علم الٰہی کا مطالعہ کیا۔ آرڈینیشن کے بعد خدمت کا زیادہ وقت منٹگمری والا چک 424 اور اجنالہ میں گزارہ۔ چک 424 میں پاسبانی اور گلہ بانی کا طور طریقہ ہر خادم کے لئے رہتی دُنیا تک نمونہ رہے گا۔

(1) ان کی گفتگو میں رتی بھر بھی جھوٹ اور لفظوں کی بناوٹ نہ ہوتی تھی (2) اتنے بڑے گاؤں میں کسی نہ کسی سے جھگڑا یا اُونچا بولنا ہو جاتا تھا۔ شام سونے سے پہلے اس گھر کے دروازہ پر جاتے تھے۔ بھائی رحمت سونے سے پہلے میرے ساتھ صلح کر لو۔ ورنہ پُوری رات لمبی ہو جائے گی۔ اندر سے آواز آئی "جا پراں دفع ہو" اُنہوں نے دروازہ نہ چھوڑا گھر سے رحمت کی بیوی نے اس کو مجبور کر دیا اٹھ پادری صاحب سے صلح کر اور معافی مانگ۔ انہیں اپنا نام بہت پیارا تھا۔ اسی نام سے ان کا بیٹا عمانوایل پہچانا گیا۔ پادری عمانوایل جواہر مسیح نے نارووال، امرتسر، اجنالہ فتح گڑھ جوڑیاں میں خدمت کی۔ لاہور ڈایوسیس کے آرچڈیکن بن کر لاہور کیتھڈرل میں خدمت کے بعد سبکدوش ہو کر اپنے بچوں کے پاس امریکہ چلے گئے۔ 1987ء میں وہاں ہی وفات پائی اور سپُردِ خاک ہُوئے۔ نارووال میں خدمت کے دوران ان کے بہنوئی پادری ملک ایل بشیر احمد ان کے ساتھ تھے۔ اس کے بعد وُہ ملتان میں تبدیل کئے گئے۔ اعلیٰ خدمت کے باعث لاہور کیتھڈرل کے کینن بنے۔ ملتان میں ہی فوت ہُوئے اور چرچ کے احاطہ میں دفنائے گئے۔ جناب پادری ایشور داس نے گوجرہ اور نارووال میں چند سال کام کیا۔ نارووال میں مس سنو سرکار (ایل ایم سرکار کی صاحبزادی) سے شادی ہُوئی۔ کراچی میں ای کیر سکول میں ہیڈ مسٹرس کی ضرورت تھی۔ مسز پرامر کو اس آسامی کو پُر کرنے کے لئے جانا تھا۔ ساتھ پادری صاحب

بھی وہاں تبدیل کئے گئے۔ تھوڑی دیر کام کرنے کے بعد نقل مکانی کر کے کینیڈا چلے گئے ۔ زندگی نے زیادہ وفا نہ کی۔ دونوں راہ ملک عدم ہُوئے۔

پادری پرامر کو زبانیں سیکھنے کا ملکہ تھا۔ کشمیری پنجابی پہلے ہی آتی تھی۔ بشپ کالج کلکتہ گئے، بنگالی فرنچ بولنی شروع کر دی۔ دو چار سال کراچی میں رہے تو سندھی بولنے میں ماسٹری حاصل کر لی۔

پادری صادق مسیح صاحب کا تعلق نارووال سے تھا۔ کلارک آباد میں عمدہ کارکردگی کے باعث لاہور چھاونی میں چیپلن اور سینٹ میری چرچ کا وکر بنا دیا گیا۔ تجربہ حاصل کرنے کے لئے آسٹریلیا کا چکر بھی لگایا۔ اسکے بعد زیادہ خدمت کرنے کے لئے آسٹریلیا کا پھر چکر بھی لگایا اسکے بعد زیادہ خدمت کرنے کا موقع نہ ملا۔ سینٹ میری چرچ میں اتوار کی عبادت کے دوران حرکت قلب بند ہونے سے چل بسے۔

1934ء کی بات ہے۔ میں الیگزینڈرا ہائی سکول کے مکری ہاؤس میں اپنی بہن کو دیکھنے گیا۔ ملاقاتی چیمبر کے نیچے اور لوگ بھی تھے۔ میری نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی۔ میری طرح وُہ بھی اپنی ہمشیرہ کو دیکھنے آیا ہوا تھا۔ اس کے چکنے چکنے پات میری آنکھوں میں سما گئے۔ میں سوچتا گیا۔ یہ کوئی ہونہار بروا ہے۔

چند سالوں میں میری سوچ سو فیصد سچ ثابت ہُوئی۔ اس نوجوان نے ہونہاری اپنی دیانت۔ وفاداری اور محنت 32 (سی۔ ایم ایس دفاتر) مزنگ روڈ لاہور میں دکھانی شروع کر دی۔ جناب پادری فیروز دین ٹاک اور پادری مکھن نتھانی ایل کی دعائیں اس کے شامل حال رہیں۔ آسمانی دانائی اور رہنمائی ملتی رہیں۔ خُداوند نے جسمانی طاقت بھی اتنی دی۔ کہ آج بھی ڈایوسیس کے نرم و نازک بوجھوں کو اٹھائے ہُوئے ہے۔ خدا باپ اور زیادہ برکت اور عزت دے۔ ارنسٹ شاباش قبول کرنا۔ مَیں تجھے پیار کرتا تھا۔ اب بھی

کرتا ہوں۔

جب تک انگریز سرکار کا رعب اور دبدبہ تھا۔ ڈایوسیس لاہور کے سب کام کامیاب دکھائی دیتے رہے۔ لیکن 1947ء کے بٹوارے کے بعد بہت بڑی بڑی تبدیلیاں آنی شروع ہو گئیں دہلی ڈایوسیس تو پہلے ہی بن چکی تھی۔ اب امرتسر کو بھی ڈایوسیس بنا کر علیحدہ کرنا پڑا۔ باہر کی امداد کا بھروسہ نہ رہا۔ جناب بشپ ایل۔ ایچ وولمر صاحب کے لئے ہر بوجھ بھاری ہوتا گیا۔ بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بہت بڑا حصہ لوتھرن مشن اور دیگر اداروں کو دے دیا۔ ملتان کا زنانہ ہسپتال ایم۔ بی۔ مشن کے سپرد کر دیا۔ سکھر کے کچھ حصے دوسری مشن کو سونپ دیئے۔ سینٹ میری چرچ میتھوڈسٹ کو دے دیا یہاں سنگھ باغ کو نقصان پہنچایا جس نے اینگلی کن ہوم کی صورت تبدیل کر لی۔

گوجرہ کے شہر کے اندر والی جائیداد کو ہاتھ سے گنوا دیا۔ آئیور ہوسٹل کو بند کرنے کا منصوبہ بھی تیار کر لیا۔ ناجائز قبضوں کے سبب ڈایوسیس کو زک اٹھانی پڑی۔ لیکن خداوند کا شکر ہے۔ وہ اپنی حضوری اور قدرت کی روشنی ہمیں دکھاتا رہا۔ یہاں میں دو شخصوں کا امتیازی ذکر کروں گا۔ جن کو خداوند نے اپنے جلال اور ہمارے ایمان اور بھروسہ کے لئے پورا پورا استعمال کیا۔ خداوند کے فرشتہ نے فلپس سے کہا کہ اٹھ کر دکھن کی طرف راہ تک جا۔ جو یروشلم سے غزہ تک جاتی ہے۔ (اعمال 26:8) لفظ بلفظ اسی طرح خُداوند نے ماسٹر چرنداس کو نارووال میں کہا کہ اٹھ اس راہ پر چل جو گوجرہ کو جاتی ہے اور وہاں جا کر گرتے ہوئے آئیور ہوسٹل کو تھام لے۔ بلانے والے نے اسے حکمت اور دانائی بخشی تاکہ وہ کام شروع کرے۔ ایک سال کے اندر اندر اس نے ہوسٹل کو پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ اس ہوسٹل کی عظیم تعلیمی خدمت کو ڈایوسیس کی انتظامیہ تو بھلا رہی تھی۔ لیکن خُدا باپ کو یاد تھا کہ ابر رحمت دکھانے کے بعد میں ایلیاہ سے بڑی خدمت لے سکتا ہوں۔ اس

کے زیر سایہ ہوسٹل بڑھتا اور ترقی کرتا گیا۔ پاکستان کی کلیسیاء کو یہاں سے کیا ملا بشپ صاحبان عنایت مسیح، خیرُ الدین، ظہیر الدین مرزا اور ایس ایل الگزینڈر اسی جگہ سے پروان چڑھے پاکستان میں نوے فیصد پادری صاحبان اسی ہوسٹل میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر نرسز بے شمار سول ملازمین، فوجی ملازم اور میجر سب گوجرہ کا نام لے کر خوش ہوتے ہیں۔ ماسٹر چرنداس کی ایمانداری نے محنت قربانی اور ایثار کو خُداوند پسند کرتا ہے۔ اس نے اس کی زندگی کے مشن کو مدھم نہیں ہونے دیا۔ اب بھی ان کے تین فرزند گوجرہ میں پرسی پشاور میں نرل مرے کالج سیالکوٹ میں ہیرلڈ تعلیم کی دولت سے لوگوں کو مالا مال کر رہے ہیں۔ اے چرنداس میں تجھے سلوٹ کرتا ہوں۔

اینگلی کن کلیسیا کا وہی فرشتہ اب کوئٹہ پہنچتا ہے۔ وہاں اس نے یونس لال دین کو کہا کہ اس راہ پر چل جو ملتان کو جاتی ہے اور اس بد صورت اور بد نما جگہ کو جو زنانہ مشن ہسپتال کہلاتی ہے۔ مسیحی ہسپتال بنا دے جو پائیدار ہو خوبصورت ہو دلکش ہو۔ یہ نوجوان نہ تو انجینیر اور نہ ہی نامی ایلڈر تھا۔ صرف اپنے بُلانے والے کی آواز کو پہچانتا اور اس کی فرمانبرداری میں جان تک کی بازی بھی لگا سکتا ہے۔ میں نے 1929ء میں پہلا ہسپتال دیکھا تھا۔ اور بھی بہتوں نے دیکھا ہو گا۔ پردیسی اور پردیسی کارندوں نے جو وہاں خدمت اور مریضوں کی دیکھ بھال کی ہو گی۔ اس کے لئے خُدا باپ کا شکر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ہارٹ کی حکمت اور مسیحی زندگی یاد رہے گی۔ اب ہسپتال دفاتر کا نظم و نسق اس میں اندرونی بیرونی انتظامیہ کی نفاست یونس کی لیاقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ آج کی ہسپتال کی عمارت نرسز ڈاکٹرز کی رہائش گاہ، ملازمین کے خُوبصورت گھر، گھاس اور پھول، پتوں کی بہاروں نے خزاں کی حالت کو بھلا دیا ہے۔ بڑے دروازہ پر مسیحی زنانہ ہسپتال فخر سے سر اٹھائے ہوئے ہے۔ کیا یہ کام ہمارے خداوند کی ہمارے ساتھ حضوری کا نشان نہیں؟

ملتان کا ذکر ہو رہا ہے جس دن جناب تقدس مآب بشپ را کی (ہنتھ ڈسٹ چرچ) ملتان میں سینٹ میری چرچ جو اب ملتان ڈایوسیس کا کیتھڈرل ہے اور پیرش کا قبضہ اور چارج لینے آئے۔ تو کلیسیائے ملتان نے بہت بڑا جلسہ کیا۔ چوہدری جان سلیمان نے ولولہ انگیز تقریر کی۔ جس میں بشپ صاحب کو مخاطب کر کے کہا جناب عالی صدیوں پہلے اس شہر میں راجہ بھگوان داس حکومت کرتے تھے۔ اپنی قوت اور دانش سے اس نے ملتان کو ہندوستان کی بڑی طاقتوں کی پہلی صف میں لا کھڑا کر دیا تھا۔ جناب عالی آپ نے بھی قابض ہونے سے پہلے اپنے راجہ پادری خوب داس کو یہاں بھیجا۔ جس نے رات دن کی محنت پیار' محبت اور پاسبانی اور چوپانی خدمت سے ہمارے دلوں اور ملتان شہر کے گلی کوچوں کو تسخیر کر لیا۔ تالیوں کی گونج میں بشپ صاحب نے اٹھ کر پادری خوب داس کو گلے لگا کر پیار کیا۔ اور کہا یہ سچ ہے پادری خوب داس شاباش کے حقدار ہیں۔ بشپ صاحب نے اپنی دعا' اور برکت سے جلسہ کو اختتام تک پہنچایا۔
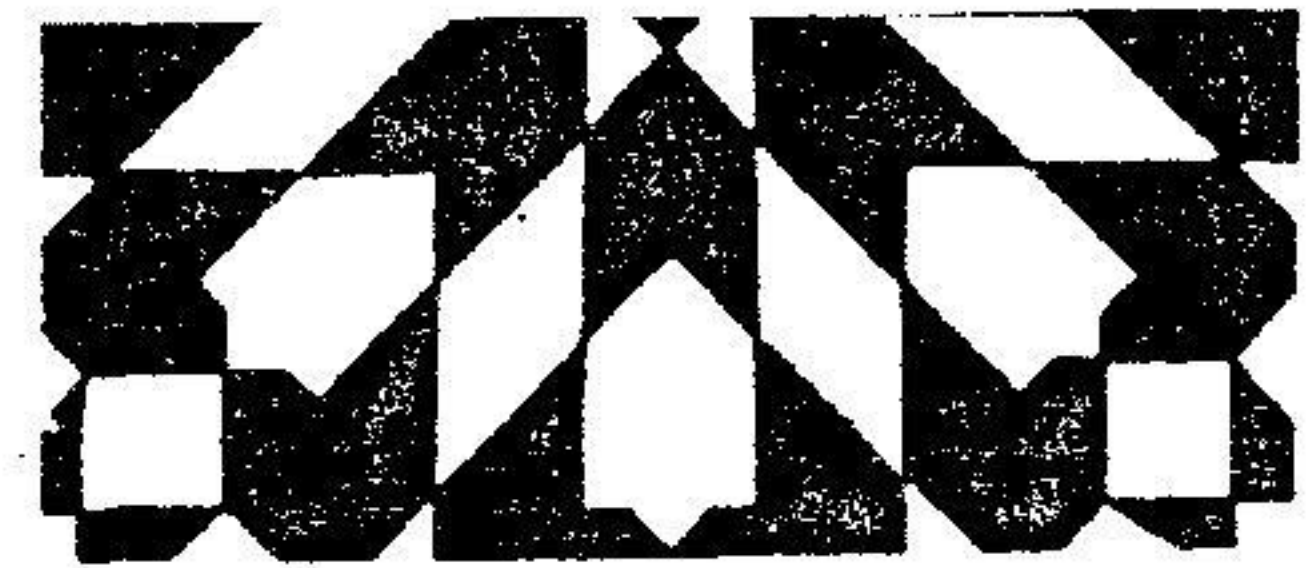
پاکستان میں مسیحیت

14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک ملک جو ابھر آیا وہ میرا پیارا خُداداد ملک پاکستان ہے۔ ان دنوں کی یادیں بہت سے آنسو بہاتے اشخاص نے خون بھرے قلموں سے لکھی ہیں۔ ان کو نہ دُہراتے ہُوئے۔ میں صرف کلیسیائے پاکستان کے متعلق لکھوں گا۔ نئے ملک میں ہر بات اور کام نیا تھا۔ خونی انقلابی حالات میں سے گزرے ہوئے قدموں نے ابھی زمین پر ٹکنا بھی تھا۔ 70-1947ء تک کا زمانہ پاکستانی کلیسیا میں نازک اور انقلابی زمانہ تھا۔ ملک کے اندرونی اور بیرونی اثرات نے اچک اچک کر اس نئے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بعض ایک کو تو پاکستان کی کلیسیاؤں نے اپنی مدد اور ضرورت کے لئے بلوایا جس میں بہت سی مشنری مرد و عورت ناروے' ڈنمارک' سویڈن' کوریا' جرمنی سے پاکستان پہنچ گئے اور جو علاقے ان کے سپُرد ہُوئے۔ انہوں نے کام شروع کر دیا۔ بہت سے مختلف فرقوں اور سوچ سے تعلق رکھنے والوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ اپنے تھیلے میں رکھ کر پاکستان کی راہ اختیار کر لی۔ ملک میں کیا کام کرنا تھا۔ مسیحی خاندانوں اور جماعتوں کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔

انہیں سالوں میں امریکہ ملک میں ورلڈ کونسل آف چرچز کے مد مقابل انٹر نیشنل کونسل آف چرچز نے جنم لیا اور زور پکڑا بہت سے ملکوں میں بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ ہمارے ملک تک ان کے ہاتھ بڑھے۔ تو انہوں نے ہمارے جید عالم

منصف واعظ اور پُر مغز مبلغ جناب کے ایل ناصر جیسے پاکستان کی اعلیٰ کلیسیائیں عزیز رکھتی تھیں۔اپنے ماتحت کر کے پاکستان میں انچارج بنادیا۔ایسے ہر دل عزیز عالم فاضل کے علیحدہ ہونے سے پاکستانی کلیسیاء کو اور خاص کر یو۔پی کلیسیا کو بہت بڑا اور نا قابل برداشت نقصان سہنا پڑا۔گوجرانوالہ کی مشہور تھیولاجیکل سیمنری کو نقصان پہنچا۔ان سالوں کے طلباء آج بھی پروفیسرز اور پرنسپل کے سیمنری سے جدا ہونے کے دکھ بھرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔نیشنل کرسچن کونسل اور ہر کلیسیا نے اس پر اپنی دھونس جمانی شروع کردی۔بٹوارے کے سبب جسمانی حالت کمزور ہو چکی تھی۔میرے خیال میں (یہ میری ذاتی رائے ہے) اب حالت یہ ہے۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

چرچ آف پاکستان اتحاد:- 1910 میں ایڈنبرا (سکاٹ لینڈ) میں ایک جامع مسیحی کانفرنس میں سب سے پہلے جناب پادری سیموئیل عزراایاہ جو بعد میں ڈرانکل جنوبی ہند ڈایوسیس کے پہلے بشپ بنے نے ہندوستان میں اتحادی کلیسیا کا مضمون چھیڑا اور شروع کیا۔1910ء سے شروع ہو کر ساٹھ سال کے عرصہ میں آخر لاہور کی متحد ہونے والی تمام کلیسیائیں علیحدہ علیحدہ اور اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں تبادلہ خیالات اور بحث کیا کرتے تھے۔

سی۔ایم۔ایس (لاہور اور کراچی ڈایوسیس) میں گرما گرم بحث ہوا کرتی تھی۔جو خاص کمیٹی صرف اسی مضمون کے لئے بنائی گئی تھی۔1948-69 تک اس میں کام کرتی رہی میرا بشپ صاحبان سے اکثر دو باتوں سے اختلاف ہوتا تھا۔

1-مختلف فرقوں اور مشنوں کی درآمدی سلسلہ کو روکنے اور کم کرنے کی تجاویز کو پاس کریں۔

2-ان سالوں میں مسیحی کلیسیاؤں کا تناسب یوں تھا۔یو۔پی چرچ 60فیصد سی۔ایم ایس

اینگلیکن 30 فیصد۔میتھوڈسٹ سکاچ مشن اے۔پی چرچ مکتی فوج وغیرہ 10 فیصد اس چھوٹے ملک میں سے سو میں سے ساٹھ کو علیحدہ کر کے جو متحدہ کلیسیا بنائی جائے گی۔وُہ کیسی ہو گی؟

میرا یقین کریں۔میں بھی اتحاد کا پجاری تھا۔سوچتے جاگتے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے تھے۔جو پیارے خداوند اور نجات دہندہ کی دُعا ہے۔وُہ جلال جو تُو نے مجھے دیا ہے میں نے انہیں دیا تاکہ وُہ ایک ہوں جیسے ہم ایک ہیں (یوحنا 22-24:17) یکم نومبر 1970ء میں کلیسیاء چرچ آف پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آئی۔اس میں مشرقی پاکستان کی کلیسیاء کا ذکر درج نہیں ہے۔

اس کا وجود کراچی ڈایوسیس۔ملتان ڈایوسیس۔لاہور ڈایوسیس۔سیالکوٹ ڈایوسیس پر مبنی تھا۔پہلے بشپ چھوڑ چکے تھے۔نئے کام کو سنبھالنے اور چلانے کے لئے چاروں نئے بشپ مقرر ہوئے۔گاڑی کو ٹھیک ٹریک پر رکھنے کے لئے تقدس مآب بشپ عنایت مسیح۔تقدس مآب جناب ولیم جی ینگ اور پادری ای ہیو تھ سمتھ (E.hoy-eth-Simth) نے ذمہ داری سنبھالی۔

چاروں ڈایوسیس کے پہلے بشپ گویا نئے اور کورے تھے (First Genera-tion) ان کی نا تجربہ کاری کی غلطیوں اور خطاؤں نے ظاہر ہونا تھا۔یہ بُری اور ان ہونی بات نہیں۔نیا سائیکل بھی چلانا ہو تو ہاتھ کا ٹکنا ضروری ہے اسقفی نظام نرا دینوی علوم اور تجربہ کا نتیجہ نہیں بلکہ جو دمشق کے نزدیک ساول کو کہتا ہے تو مجھے کیوں ستاتا ہے اس کے نمائندوں اور ایجنٹوں کا نظام ہے۔اسی لئے کلیسیاء انہیں فادر ان گاڈ (Father in God) بھی کہتی ہے اسی لئے وہ ہر لحظہ صلیب پر لٹکے بھی رہتے ہیں۔

ڈایوسیس کی نئی حدبندی ہوئی تھی اپنی اپنی حدود میں کام شروع کر دیا گیا۔تو چند

بڑی خرابیاں نظر آئیں۔ پتہ لگانے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ سی۔ایم۔ایس (لاہور ڈایوسیس) میں مہان سنگھ باغ والی سفید کوٹھی کلارک آباد خورد کلاں کو منٹگمری والہ چک ب 424ج۔ب کے نمبردار چوھدری اور تین مربعہ اراضی کو اور بیٹمن آباد چک 462گ۔ب کے نمبرداری اور ایک مربعہ اراضی کو اپنی جیب میں رکھا ہوا ہے۔ یہ کیوں ہوا کیسے ہوا (کون جانے) اگر پطرس مل جاتا تو معاملہ نپٹ جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہُوا بلکہ ملتان اور لاہور کے بشپوں نے عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے۔ آئے دن کی پیشیوں نے تھکا دیا۔ تو اس نتیجہ تک پہنچے کہ گوجرہ کو ڈایوسیس بنا کر اس کو سی۔ایم۔ایس نژاد کا بشپ دے دو ظہیر الدین مرزا صاحب بشپ بنائے گئے۔ چونکہ دینوی سوچ اور سمجھ تھی۔ بات ختم نہ ہو سکی۔ ملتان اتنی بڑی زک اٹھا کر کیے خاموش نہ بیٹھا اس نے کہا۔ رائےونڈ میتھوڈسٹ کا گڑھ تھا۔ ہمیں لاہور میں بشپ نہیں چاہیئے۔ اس مانگ نے بیچاری نئ کلیسیا کو عذاب میں ڈال دیا۔ ان دنوں کی ساری مشکلات کو اور تگ ودو کو ایک شعر میں کہا جا سکتا ہے۔ جو مرحوم چوھدری جان سلیمان نے ایک سنڈ میٹنگ میں کہا تھا۔ نا ممکن ہے کہ حالات کی گتھی سلجھے اہل دانش نے بڑی سوجھ سے الجھائی ہے۔ مجبوراً پادری مائیکل نذیر علی کو جو سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ رائےونڈ کا پہلا بشپ بنا دیا گیا۔ وہ واقعی ایک عالم اور سنجیدہ نوجوان تھا۔ وہ حالات درست نہ کر سکا اور جلد ہی استعفیٰ دے کر ملک سے ہی نکل گیا۔

یہاں تک ہی سبق سیکھ کر کلیسیا کو مضبوط بنا لینا ضروری تھا۔ تمام ڈایوسس کا مرکز بناتے۔ مراکز میں خداوند مسیح سے ہدایت اور مدد پا کر اس نئے نظام کو گھماتے اور ایک سمت میں چکر لگانے دیتے۔ اس کی ردم (Rythm) سے سب کو بشاش کرتے یہ بھی نہ ہُوا۔ افراتفری میں حیدر آباد اور پشاور نے جلدی کروٹ بدلی اور اپنے اپنے لیئے بشپ بنوا لیے۔ خداوند بڑھتی تعداد کو پسند کرتا ہے۔ اب بھی کوشش کریں پیوندکار اور غماز (پاک

کلام میں ممنوع ہے) کی عادت چھوڑ کر اقرار کر لیں کہ میں کم بخت اور خوار اور غریب اور اندھا اور ننگا ہوں اور اسکے پاس آکر دولت حاصل کریں۔ اس سے سفید پوشاک لے کر اور پہن کر اپنے کو ننگا ہونے سے بچا لیں۔ اگر آپ نے پہلے یہ کر لیا ہوتا تو مائیکل کے ہولناک استعفیٰ کا سانحہ دیکھنا نہ پڑتا۔ گھبرائیں نہیں۔ یہ حوصلہ پکڑنے کا وقت ہے بہادر بنیں اور آگے بڑھیں گیارہویں سے سترویں صدی تک کا زمانہ یورپی کلیساؤں کے لئے نہایت سخت اور پریشانی کا زمانہ تھا۔ روس 'پولینڈ' سویڈن' آرمینن' مسیحی سب مذہبی ملکی اور سیاسی بھنور میں پڑے غوطے کھا رہے تھے۔ کبھی ڈوبتے۔ کبھی ابھرتے۔ اس میں اسکندریہ۔ قسطنطنیہ کے پیٹریارک' روم کے ہزاروں بشپ پوپ اور راہب شامل تھے۔

مسٹر ٹموتھی ویئر Timoty ware نے آرتھوڈکس چرچ کے بارے میں بہت سی دکھ بھری کہانیاں لکھی ہیں۔ سب تاریخی باتیں ہیں۔

لیکن جب کلیسیا کے بزرگوں اور بڑے بوڑھوں کو ہوش آیا۔ اور آنکھیں کھولیں تو انہوں نے یعنی شان اور انا کا نہیں بلکہ یہ ہمارے بلائے جانے اور فرائض کی ادائیگی کا مسئلہ سمجھا تب انہوں نے ازسرنو خداوند یسوع مسیح اور روح القدس تجسم تصلیب تثلیث' سکرامنٹوں اور لیٹرجی کی طرف دھیان دیا۔ ان مسئلوں کو بابرکت بنانے کی کوشش میں بڑے بڑے عالم اور علم الہی کے ماہر شامل ہو گئے۔ جوں جوں بھنور سے دور ہوتے گئے۔ تو بعض محض علماء نے علم الہی جیسے نرم ونازک پاک اور پوتر مسئلہ کو دینوی علوم پر چھائیوں میں دھکیلتے گئے۔ مغربی ملکوں میں آج علم الہی کے عالموں فلاسفروں اور اونچی نکتہ چینی (Higher Criticism) کرنے والوں کا مسئلہ بن چکا ہے۔ ادھر اس کی گہری تحقیق آکسفورڈ' کیمرج' برمنگھم' ہارورڈ' میکڈوگل درسگاہوں میں ہوتی رہتی ہے۔ اس کشش

کے لئے ہم خُدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان اور پاکستانی کلیسیا میں، ہم ایسا اور اتنا نہیں کر سکتے۔ خُدا کے بارے علم ایک سیدھی سادھی صاف حقیقت ہے۔ اس کا حصول دینوی درسگاہوں کا محتاج نہیں۔ مفکروں فلاسفروں اور دانشوروں کی محتاجی محسوس نہیں ہونے دیتا۔ خُدا کا علم اس کی ہر تخلیق اور ہر مثبت کی طرف ہر وقت جاری اور ساری رہتا ہے۔ جہاں تک کہ شیطان بھی اس کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن یہ تو علم کا نہیں تجربہ کا مسئلہ ہے۔ ممکن ہے میری یہ مثال میرے مطلب کو آپ کے ذہن تک پہنچا دے۔ آؤ ڈرامہ کھیلیں ایک بچہ کو پیدا ہوتے ہی کسی دوسری عورت (جس نے اس کو جنم دیا ہے وہ نہیں) کی چھاتی پر لٹا دیں اور گود میں دے دیں۔ اس ڈرامہ میں ماں کا کردار کرنے والی عورت اس کو بچے کی طرح پالے پوسے بڑھتے بلوغت تک پہنچے۔ اچانک اس پر یہ بھید کھولا جائے۔ یہ تیری ماں نہیں۔ اب فیصلہ کریں دنیا میں کوئی علم ہے۔ جو نوجوان کو پاگل ہونے سے اور اس کی اصل ماں کے لئے اس کے دل اور دماغ میں جگہ بنانے میں مدد کر سکے اور بچا سکے اس لئے خدا پاک نے جب یہ علم دنیا کو دینا چاہا تو اسے لکھا ہے۔ میں اس باپ کے آگے گھٹنے ٹیکتا ہوں۔ جس سے آسمان اور زمین کا ہر ایک خاندان نامزد ہے۔ کہ وہ اپنے جلال کی دولت کے موافق ہمیں یہ عنایت کرے کہ تم اس کے روح سے اپنی باطنی انسانیت میں بہت ہی زور آور ہو جاؤ اور ایمان کے وسیلہ سے مسیح تمہارے دلوں میں سکونت کرے تاکہ تم محبت میں جڑ پکڑ کر اور بنیاد قائم کر کے سب مقدسوں سمیت بخوبی معلوم کر سکو اور اسکی چوڑائی اور لمبائی اور اونچائی اور گہرائی کتنی ہی ہے اور مسیح کی اس محبت کو جان سکو جو جاننے سے باہر ہے۔ اور خدا کی ساری معموری تک معمور ہو جاؤ۔ خُدا کے صحیح علم کی بنیاد ہمارے اپنے خاندان میں ہے۔ ہمارے اپنے بچہ کی پیدائش سے اس کے چھاتی پر لیٹتے ماں اور بچہ کی مس سے شروع ہے۔ ماں اور بچہ محبت کی معموری حاصل

کرتے ہیں۔ دینوی علوم سے ثبوت مانگنے نہیں جاتے۔ اسی طرح ہم علم نہیں بلکہ بے علمی اور مس سے شروع کریں اور ماں کی طرح مس کو موثر بنانے دیں۔ جو چیز اس جاننے میں حرکت پیدا کرتی ہے۔ وہ محبت ہے مقدس یوحنا رسول کا بھی محبت کا مسئلہ بھی یہی ہے۔ حضرت موسیٰ کے بیان میں خداوند نے اپنے نام کا اعلان کیا۔ خداوند خدا خدائے رحیم اور مہربان اور قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے سے وہ ہماری محدودیت کے مطابق ہماری معموری کرتا جائے گا۔ اس کی واحدانیت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی جائی گی۔ یوحنا رسول اپنی انجیل میں رقم کرتے ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ "وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں" 3:17

اس کو جاننے کا علم ہمیں خدا روح القدس دیتا رہتا ہے یوحنا 14:26 دوسری جگہ پاک کلام فرماتا ہے اے تیمتھیس اس امانت کو حفاظت سے رکھ اور جس علم کو علم کہنا ہی غلط ہے۔ اس کی بیہودہ بکواس اور مخالفت پر توجہ نہ کر۔ 1- تیمتھیس 20:6 تثلیث کا مقدس مسئلہ مسیحیوں کے نزدیک خُدا کی قدرت، عظمت اور قادر مطابق کے ظہور کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ ہر فرد بشر کے ساتھ اس کے ہر وقت کے تعلق کا مسئلہ ہے۔ انجیل مقدس مقدس میں یوں مرقوم ہے۔ 2- کرنتھیوں 14:13 خداوند یسوع مسیح کا فضل اور خدا کی محبت اور روح القدس کی شراکت تم سب کے ساتھ ہوتی رہی۔ یہ ایک خوبصورت دلکش پر فضل پر محبت اور پر شراکت مسئلہ ہی مشکل پھیکا اور بد مزہ نہیں ہے۔ کہ اسے علم سے نہیں تجربہ سے جانیں۔

اپنی سمجھ کے مطابق عوام کی تعلیم کے لئے میں نے مختصر خاکہ پیش کیا ہے تثلیث کے مقدّس اور پُر فضل مسئلہ کو بڑھاتے جائیں۔ پاکستان میں خداوند مسیح کے

مبارک تجسم، تصلیب اور مردوں میں سے زندہ ہونے کی تعلیم پر زور دیں۔

سیکرامنٹوں اور بائیبل مقدس پر زیادہ دھیان دیں۔ فساد چھوٹے موٹے جھگڑے، رگڑے فتنے پریشانیوں کی فضاء، جدت طبع اور تخلیقی کام کے لئے زہر کا حکم رکھتے ہے۔ ملک کی سیاسی سماجی اور اقتصادی ذلت اور غلامی کا اثر پہلے ہی ہماری زندگی کے ہر پہلو پر پڑ رہا ہے۔ اگر ان کی طرف فوری توجہ نہ دی۔ تو ذہن و فکر میں قدرتی طور پر زوال آجائے گا۔ ہم پرانی بوسیدہ باتوں حرکتوں اور سوچوں کو چھاتی سے لگائے رہیں گے۔ تو ہم میں روحانیت کے نشان تک بھی زمانہ کے ساتھ مٹتے چلے جائیں گے۔ پھر ہماری بلاہٹ اور اسکا مطلب کیا ہے؟

آفتاب صداقت یسوع المسیح کے نور کی شعاعوں سے پیارے ملک پاکستان کو منور کرے"

آمین۔

عورتوں کا تبلیغ میں حصہ

صدی کے شروع میں جب سی ایم ایس کا امرتسر سنٹر مضبوط اور مشہور ہو گیا۔ تو اس کی زنانہ شاخ نے مس ٹکر کو مشنری کام کے لئے بھیجا۔ یہ نہایت سنجیدہ دیندار مسیحی خاتون تھی۔ بڑی محنت اور کوشش سے اُس نے عورتوں میں کام کیا۔ چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھ کر جماعتوں میں ترقی کا جذبہ بیدار کیا۔

اپنے نام کا نہیں خداوند مسیح کے نام کا ذکر کرتی تھی۔ انہیں دنوں میں ہندوستان میں نیشنل چرچ کی لہر چلی۔ تو جنوبی ہند میں اس نے زیادہ زور پکڑ لیا۔ آرچڈیکن احسان اللہ، پادری رحمت مسیح واعظ اور پادری گنڈا مل وغیرہ نے کُرتہ پاجامہ اور بھگوے رنگ کی پگڑیاں باندھ کر دورے کرنے شروع کر دیئے۔ دیندار اور خدا پرست عورتیں بھی صلیب کا علم اٹھائے چل پڑیں ان کا خیال تھا۔ کہ شہروں میں تو بھروسے لائق خدمت گزاری کے کام اور ذرائع ہیں۔ گاؤں کی آبادیوں کو ہماری توجہ محنت اور ہماری قربانیوں اور مسیحی محبت اور رفاقت کی ضرورت ہے۔ اسی فیصد کی آبادی ہمیں بلا رہی ہے انہیں خیالات کے ماتحت مس بوس نے اٹاری شام سنگھ کے نزدیک برلب نہر (یہ وہی نہر ہے جو گلبرگ لاہور میں بہتی ہے) ڈیرے ڈال لیے اور جگہ کا نام "آسرا پور" رکھ لیا۔ چاروں طرف کے دیہاتوں کے لئے جگہ سچ مچ آسرا گاہ بن گئی۔

قُربانی:۔ قُربانی اور انجیل جلیل کی اشاعت کی لگن نے مس سرکار کے دل دماغ میں ہلچل
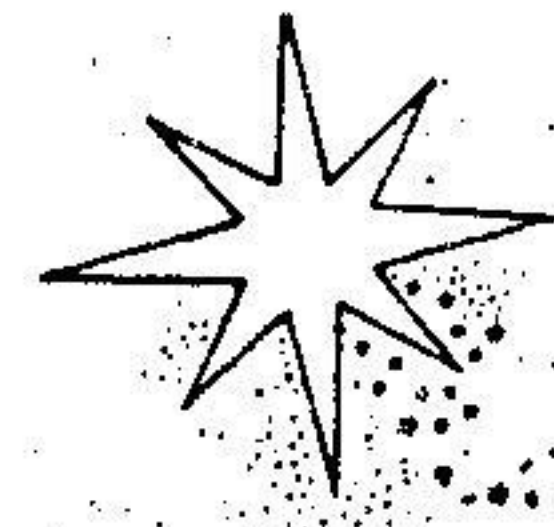
مجادی تھی وہ بھی موضع بیت الحم چک نمبر دو ضلع ساہیوال کی طرف چل پڑیں۔ شہروں کے سکھ آرام جو بھول کر چک نمبر دو کی غریبی مفلس میں شریک ہو گئیں۔ رات دن خداوند مسیح کی بے انتہا محبت صلیب کی شان اور مخلصی، دعا اور ریاضت کی عظمت بیت الحم میں بکھیرتی رہیں اور سمٹتی رہیں۔ گاؤں والوں میں بشارت اور تبلیغ کی روح بیدار کر دی۔ نمبردار رحمت مسیح اور گاؤں کے معززین بشارتی اور تبلیغی دوروں پر جاتے ہوئے دیکھے گئے۔ جب اس معزز خاتون نے بیت الحم چھوڑا۔ یہ عجیب اتفاق ہُوا تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر چندو لال (برادر کیپٹن اے، بی چندو لال اور پروفیسر سی لال) سول سرجن جھنگ مگھیانہ ریٹائر ہو کر سادھوانہ لباس میں ملبوس چک نمبر 2 بیت الحم میں پہنچ گئے۔ اور مس سرکار کے سادھوانہ کو اس نے آشرم کے درجہ تک اٹھا دیا۔ روزوں دعاؤں پاک کلام کی تلاوت سخت ریاضت اور گہری مسیحی رفاقت اور خدمت سے بہت سی زندگیوں میں بیداری پیدا کر دی۔ ان کی موجودگی سے دیہاتیوں نے روحانی اور جسمانی فیوض حاصل کئے۔ جب میں لاہور میں تھا۔ تو ہر دوسرے مہینے ایک اتوار کی عبادت کروانے وہاں جایا کرتا تھا۔ پرانی باتوں کی یاد اور آج کی حالت کے درمیان میرے دل سے ہوک اٹھتی تھی۔ ہائے چلتی گاڑی کو ہم آگے چلا نہ سکے۔

مس سرکار کی ہمعصر سسٹر شانتی اور مس فصل بی بی کتھومل (جن کا تعلق بیٹمن آباد چک 462 سے تھا) کی مستورات میں خدمت کا مرکز فتح گڑھ جوڑیاں ضلع امرتسر میں تھا۔ یہ دونوں بھی سیدھی سادھی زندگی گزارتی تھیں۔ پاک کلام کی سوچ اور گہری دعائیہ زندگی ان کے مرکز کی چمک تھی۔ امرتسر ڈی۔ ایم۔ سی کے سرسکول جو عموماً اپریل میں تین ہفتہ کے لئے ہوتے تھے۔ عورتوں اور بچوں کی تعداد تقریباً ایک سو ہوتی تھی سسٹر شانتی اور مس کیتھومل کی مدد اور خدمت انہیں آج بھی یاد ہے۔ ہموارے کے

وقت سسٹر شانتی اُدھر رہ گئی۔ مس کیتھومل اپنے وطن عزیز میں آ گئی۔ کلارک آباد میں خدمت پوری کرنے کے بعد لاہور اپنی چھوٹی بہن مسز رینڈل کے ساتھ رہنے لگی۔ لیکن جلد ہی اپنے منجی کے پاس پہنچ گئی۔

5 - مس پریوبالا منگت رائے کنیرڈ کالج کی پرنسپل شپ سے اس وقت ریٹائرڈ ہوئیں۔ اپنی اعلیٰ علمیت اسٹاف کے ساتھ پر خلوص سلوک اور طالبات سے دلی پیار کے باعث کالج کو اعلیٰ تعلیمی درجہ تک پہنچادیا۔

6 - مسز لائیلہ کمبی الدین کنیرڈ کالج کے مشہور اور معروف، ہسٹری کے مضمون کی پروفیسر تھیں۔ پرنسپل کی دست راست اعلیٰ انتظامی خوبیوں کے باعث اسٹاف اور طالبات کے دلوں میں جگہ پائی۔ ہولی ٹرنٹی چرچ میں عبادتوں کے دوران باجا بجا کر حمد و ثنا کو دلکش بنایا کرتی تھیں۔ ان کے بھائی مسٹر وی۔ ایس۔ کے فصل اور یہ اپنی کلیسیا لاہور کے قابل تقلید کردار تھے۔

7 - مسز ہنری لعل۔ لاہور کے مشہور گورنمنٹ ویمن کالج کی مشہور اور معروف پرنسپل رہیں۔ گورنمنٹ اور پنجاب یونیورسٹی اس کی علمیت اور انتظامی خوبیوں کو ہمیشہ عزت اور تعظیم سے دیکھتی رہیں ان کے خاوند کا تعلق چندو لال خاندان سے ہے۔ جو کشمیر کے کائستھ خاندان کے شرکاء مغلیہ زمانہ میں نقل مکانی کر کے دہلی میں آئے تھے۔

8 - ڈاکٹر مسز اندرا لوتھر۔ بمبئی کے مشہور لیڈر یوحنا مسیح کی دختر تھی۔ امریکہ میں پیدا ہوئیں جنوبی ہند میں ڈاکٹر اندرا لوتھر نے تعلیم پائی۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن لوتھر سے بیاہی گئی۔ امراض چشم میں ڈاکٹر وائی ہالینڈ کے ساتھ مل کر کوئٹہ میں نام پایا۔ تھوڑے سال ہی کام کیا تھا۔ اچانک حرکت قلب کے بند ہونے سے وفات پائی۔ کوئٹہ میں ہی دفن ہوئیں۔

9 ۔مسز منیر طلعت۔ جو پشاور کے پادری ایم۔ ایم پیٹر کے بڑے بیٹے وکٹر کی اہلیہ تھیں۔ اپنے اعلیٰ اور بلند کردار' علمیت اور لیاقت کے باعث ہر ایک کی عزیز تھیں۔ الزبتھ گرلز ہائی سکول میں علم ریاضی کی ہیڈ ٹیچر تھیں۔ ڈایوسیس پشاور نے ضرورت کے ماتحت انہیں تمام سکولوں کی انتظامیہ میں کوآرڈی نیٹر (coordinator) بنایا۔ جس دن الزبتھ سکول چھوڑا۔ اسٹاف اور طالبات اُداس تھے۔ نئے کام میں تھوڑا ہی عرصہ گزارا تھا۔ کہ چار اپریل 1993ء اعلیٰ الصباح اپنے خاوند اور بڑی بیٹی کے ہمراہ اپنی چھوٹی بہن توقیر طلعت' زوجہ پادری جعفر پیٹرز کو اسلام آباد پر چھوڑنے جا رہی تھیں کہ کامرہ پی۔ اے۔ ایف بیس کے نزدیک ان کی منی کار ایک بڑی اور تیز رفتار بس کے نیچے بُری طرح کچلی گئی۔ چاروں سوار سیکنڈوں میں خُداوند کے پاس پہنچ گئے۔

پوری ڈایوسیس اور دور سے آئے ہوئے لوگ مسز ایم ایم پیٹر اور خاندان کے ساتھ غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ منیر اور توقیر پادری نعمت اللہ خورشید کی بہنیں تھیں۔ اتنے المناک حادثہ کو پیٹر خاندان نے خُدا روح القدس کی قوت میں قبول کیا۔

مقدسہ تریزہ:۔ تریزہ نے ملک سپین میں سولھویں صدی کے درمیان اپنی زندگی گزاری ان کی خدمت لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا تھی۔ دعائیہ زندگی ان کی زندگی کی حقیقت اور پہچان تھی دعا کے مضمون پر انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں وہ کتابیں آج بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اور جماعتیں برکت پاتی ہیں۔ اپنی سوانح عمری بھی انہوں نے رقم کی۔ دعائیہ مضمون پر بولتے ہوئے وہ اکثر کہا کرتی تھیں۔ ہمارے پاؤں زمین پر ٹکے ہوتے ہیں۔ لیکن ہم خداوند مسیح میں آسمان پر ہوتے ہیں۔

یادرکھنے کی باتیں

ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد وبر حق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے۔ جانیں لفظ مانیں استعمال نہیں ہوا کیونکہ ماننا سننے سے بھی ہو سکتا ہے۔ پڑھنے سے بھی یہ کسی سے تعلق رکھنے والی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی ذات نہیں بے جان چیز کا جاننا تو سننے اور پڑھنے سے ہو سکتا ہے لیکن جان دار کا ملاقاتوں اور نشستوں سے ہی ہو سکتا ہے سب سے بڑا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی آواز پہچان سکے اور سن سکتے ہیں کوہ سینا پر حضرت موسیٰ کو آواز کے ذریعے جواب دیا۔ یوحنا کی انجیل دسویں باب میں خداوند مسیح نے فرمایا بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور پہچان لیتی ہیں۔ جب ہمیں اس کی آواز اور اس کی پہچان نہیں آتی۔ ہم جھوٹے ہیں۔ خدائے واحد اور بر حق کے متعلق جاننے والے بہت ہیں۔ یسوع مسیح جسے خدا نے بھیجا ہے۔ اس کے متعلق جاننے والے بہت ہیں لیکن ان کو جاننے والے کون کون ہیں۔ فیصلہ آپ خود کریں۔ لیکن جھوٹ بولنے سے بچیں۔

حق اس کو سچ بھی کہہ لیں۔ یونانی فلسفہ اور یونانی فلاسفروں نے اور دنیا کے دوسرے فلاسفروں نے بھی حق پر بہت سرماری کی ہے اور کر رہے ہیں۔ بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن بنی نوع انسان کو کہہ دیا جانا چاہیئے۔ تو یہ تھا کہ

نسلوں کی تگ ودو اور سر کھپائی کے بعد دنیا کی جھولی سچے موتیوں سے بھری جاتی ہے۔ لیکن افسوس جھولی ابھی تک بھی خالی ہے۔

ایک دن اسی مضمون پر آسمان اور زمین کے درمیان بحث بھی شروع ہوئی تھی موقع بھی غیر معمولی تھا۔ بات بڑھانے والا اپنے وقت کا مانا ہوا زبردست اور ساطر علاقہ یہودیہ کا گورنر پطوس پلاطوس تھا۔ اس کے ہاتھ میں حکومت تھی اختیار تھا۔ زبان میں تیزی اور طاقت تھی تخت عدالت پر بیٹھے ہر چال چلی ہر پنترا بدلا لیکن کامیابی کی کوئی صورت نہ نکال سکا۔ تحقیقات سوال وجواب میں خداوند مسیح نے ایسے انداز میں کہا میں حق پر گواہی دینے آیا ہوں۔ جو کوئی حقانی ہے میری آواز سنتا ہے حق ایک علم نہیں ایک محض فلسفہ نہیں حق ایک شخصیت ہے۔ پلاطوس نے جب وہ شخصیت کھڑی دیکھی تو سامنا نہ کر سکتا تھا۔ حق کیا ہے؟ کہہ کر باہر چلا گیا۔

پہلے میں لکھ چکا ہوں کہ شہنشاہ کانسٹن ٹائن نے 354ء میں تھیوفلس ہندی کی سرپرستی میں ایک مشن ہندوستان روانہ کیا تھا۔ جس نے جنوبی ہند میں کلیسیا کی بڑی اور مفید اصلاح کی اور جماعتوں میں مسیح زندگی کو مستحکم کیا۔ پاکستان میں مسیحی اکثریت دیہاتوں میں رہتی ہے۔ تھوڑی تعداد مسیحی مقیم ہیں لیکن بہت زیادہ مختلف دیہاتوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جن کی گزر اوقات کا انحصار ان کے مسلم آقاؤں کے گھروں اور کھیتوں میں محنت مزدوری کرنے پر غربت اور مفلسی دونوں حالتوں کے باعث آقاؤں کی اخلاقی رسمی معاشرتی زندگی پر ان ہر وقت اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ جس کے باعث وہ مسیحی عملی زندگی میں پھیکے پڑتے ہیں۔ میرے لکھے کو پڑھنے کے بجائے آپ خود پیدائش موت ماتم پرسی پر وقت بے وقت دیکھیں۔ تو پتہ لگے گا کہ بائبل مقدس، عبادت، مسیحی مذہب کی رسم ورواج کی تعلیم کی کتنی بڑی کمی ہے۔

خادمان الدین اور شہری جماعتیں چرچ پالیٹیکس کو چھوڑ کر اگر بائبل مقدس اور دعا ان دو مضمونوں پر ہی غور کریں اور یہی دیہاتی جماعتوں کو سکھائیں۔ تو پاکستانی مسیحی اپنے مشن میں بیدار ہو جائیں گے اور صحیح راہ کو اپنا لیں گے۔

تقدس مآب بشپ نسی بیس The Bishop of Nisbis کا ایک فرمان ہے۔ مذہب اور دہریہ دور نزدیک دوست اور دشمن کی تمیز اور پہچان ہے۔

اپنے وطن عزیز میں رہتے ہوئے۔ ہمیں سن ہجری سے زیادہ واسطہ ہو گا لیکن روزانہ کاروباری زندگی میں سن عیسوی اور سن ہجری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہذا میں جناب آرچڈیکن برکت اللہ کی کتاب "محمد عربی" میں دیئے ہوئے فارمولا کو نقل کر رہا ہوں تاکہ ہمیں سمجھنے میں آسانی ہو۔

سن ہجری کے دن عموماً 354 ہوتے ہیں اور بارہ مہینوں میں یوں تقسیم ہیں:

(1) ماہ محرم (30دن) (2) ماہ صفر (29دن) (3) ربی الاول (30دن) (4) ربیع الآخر (29دن) (5) جمادی الاول (30دن) (6) جمادی الآخر (29دن) (7) رجب (30دن) (8) شعبان (30دن) (9) رمضان (30دن) (10) شوال (29دن) (11) ذوالقعد (30دن) (۱۲) ذی الحجہ (29)

کوئی سال ایسا بھی ہوتا ہے جب سال کو پورا کرنے کے لئے آخری ماہ میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ سن ہجری کو سن عیسوی میں تبدیل کرنے کا طریقہ قاموس الکتاب میں درج ہے۔

کچھ اپنے بارے میں:- خادم الدین بننے کی خواہش اور بنیادی تعلیم وتربیت میرے والد مرحوم نے میری زندگی کی سوچ اور خیالات میں پیدا کی۔ امرتسر شہر میں خدمت کا آغاز کیا۔ کرائسٹ چرچ رام باغ دروازہ (امرتسر) کے وکر جناب پادری ایمانوئیل جواہر مسیح

اتالیق اور افسر بنے۔

لاہور ڈایوسیس کے اسسٹنٹ بشپ تقدس مآب جناب جان۔ ایس ۔سی ۔بیئر ۔جی کی رہائش امرتسر میں تھی۔ایک شہر میں ہونے کے باعث بشپ صاحب مجھے پہچانتے اور پیار کرتے تھے۔وکر صاحب اور بشپ صاحب دونوں میرے لئے گملی ایل تھے سو میری تربیت امرتسر شہر میں گملی ایل کے قدموں میں ہوئی۔

یادگاریں:- بھائی جیمس' بھائی انور مسیح' میرا پیارے پوتا' نعمان' ہم خدمت رؤف رحمت آپ کی یاد تازہ رہی گی۔دعا ہے آپ کا خون کلیسیائے پاکستان اور ملک پاکستان کے لئے برکت کا باعث ہو۔